دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

بیاد: شیخ الحدیث حضرة مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

ربیع الاول ۱۴۱۸ھ / جولائی ۱۹۹۷ء

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد ۳۲
شمارہ ۱۰
ربیع الاول ۱۴۱۸ھ ہجری
جولائی ۱۹۹۷ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

5/7/97

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع
ناظم شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

کمپیوٹر کمپوزیٹر:- سجاد خان

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان۔ فون :- (05231)-630340

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ / ۱۵ روپیہ سالانہ / ۱۵۰ روپیہ، بیرون ملک ۲۰ امریکی ڈالر

پبلشر۔ مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (منظور عام پریس پشاور)

نقش آغاز

پاکستان میں امریکہ کی کھلی جارحیت

پچھلے دنوں پاکستان کی سرزمین پر ایک ایسا روح فرسا واقعہ پیش آیا۔ جس نے ہر محب وطن پاکستانی کو اس بات کے سوچنے پر مجبور کیا کہ کیا واقعی ہم آزاد ہیں ؟ اور گولڈن جوبلی اور رنگارنگ تقریبات منانے میں آج ہم حق بجانب ہیں ؟۔

گذشتہ دنوں امریکہ کے ایف بی آئی اور سی آئی اے کے ایجنٹوں نے پاکستانی اعلیٰ احکام کی سرپرستی اور مکمل تعاون کے ساتھ قانون اور آئین کی پرواہ کیے بغیر اور غیرت ملی۔ وحمیت دینی کو بالائے طاق رکھ کر ایک پاکستانی (ایمل کانسی) کو امریکہ کے حوالہ کردیا۔ جس پر تمام ملک میں احتجاج کیا گیا اور آج تک اخبارات میں اسکے متعلق مضامین اور بیانات کا لاتناہی سلسلہ جاری ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ یہ " صدائیں" یقیناً صدا بصحرا ثابت ہونگی۔ امریکہ کی پاکستان میں یہ پہلی براہ راست کاروائی نہیں بلکہ اس حکومت کے برسراقتدار آتے ہی (پبی) کے قریب مہاجر کیمپ میں عالم اسلام اور پاکستان کی سالمیت کی جنگ لڑنے والے عرب مجاہدین کو(امریکی قونصلیٹ) کی ہدایات اور نگرانی میں حکومت پاکستان کی پولیس اور ایجنسیوں کے کارندوں نے چن چن کر صلوۃ خوف کے دوران(ماورائے عدالت)قتل کردیا تھا ، اور اس سے پہلے محترمہ کے دور میں رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں جناب بابر صاحب نے ایک عظیم مجاہد رمزی یوسف کو چند ڈالروں کے عوض فروخت کردیا تھا۔ شاید علامہ نے اسی موقع پر کہا تھا !

ع قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

آج ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ میاں نوازشریف اور بے نظیر بھٹو دونوں امریکہ کے "ذلہ ربا" اور "گماشتے" ہیں۔ دونوں اپنے " آقا " امریکہ کو خوش کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے لئے تگ ودو میں مصروف ہیں۔

★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★

ترکی میں اربکان حکومت کا خاتمہ

گذشتہ سال ترکی میں الیکشن کے نتیجے میں اسلامی رفاہ پارٹی نے سب سے زیادہ ووٹ لیکر پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کی تھی اور بعد میں انہوں نے سابق وزیراعظم تانسوچلر کے ساتھ مخلوط حکومت بنائی ۔ اور ایک عرصہ دارز کے بعد عالم اسلام کو ترکی میں امید کی کرن نظر آئی ، کہ انشاء اللہ اب یہاں سے آہستہ آہستہ سیکولرزم کا خاتمہ ہوجائیگا ۔ لیکن جمہوریت کے " چمپئین" امریکہ " بہادر" نے الجزائر کی طرح یہاں بھی فوجی " سورماؤں " اور سیکولر بیورکریٹس کے ذریعہ جناب اربکان کی حکومت کو عوامی خواہشات کے مطابق اسلامی اقدامات اور عملی احکامات جاری کرنے پر ان سے جبری استعفیٰ دلوایا گیا ۔ دراصل یہ لوگ کب برداشت کرسکتے تھے کہ یورپ کے دہانے پر ایک بنیاد پرست حکومت ابھرے ، اور پھر یورپ میں اسلامی اثرورسوخ قائم ہو ۔ چنانچہ انہوں نے کئی وارننگوں ، میٹنگوں اور دھمکیوں کے بعد اربکان کو اپنے قانونی ، جمہوری حق سے محروم کردیا ۔ اوراب وہاں پر مدرلینڈ پارٹی کے مسعود یلمازنے نگران وزیراعظم کا حلف اٹھالیا ہے لیکن انشاء اللہ آئندہ انتخابات میں ترکی کے عوام اس صریح دھوکہ دہی اور جبرواستبداد کے بعد دوبارہ رفاہ پارٹی کو اور زیادہ اکثریت سے کامیاب کرائیں گے ۔ ایمان اور اسلام کی چنگاری کواب کوئی طاقت ترکوں کے دلوں سے نہیں نکال سکتی ۔ ترک عوام اپنی " متاع گمشدہ " کی تلاش میں پھرسے " سرگردان " ہیں کیونکہ انہوں نے ماضی میں اپنے ہاتھوں سے جو خلافت کی قبا چاک کی تھی اب دوبارہ اس کی "رفوگری" کیلئے بے تاب نظر آرہے ہیں ۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★

افغانستان میں طالبان کی تازہ فتوحات

طالبان تحریک کو گذشتہ ماہ جو بین الاقوامی سازش کے تحت کمزور کرنے کی کوشش کی گئی تھی الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے بروقت طالبان کو اس امتحان سے نکال لیا ۔ اگر چہ درمیان میں طالبان کا تھوڑا بہت جانی ومالی نقصان ہوا ۔ لیکن الحمدللہ اب پھر طالبان سنبھل گئے ہیں اور انہوں نے پوری طاقت کے ساتھ بیرونی ایجنٹوں اور کمیونسٹوں کے گماشتوں کا مجاہدانہ مقابلہ شروع کیا ہے جس کے نتیجہ میں قندوز ، تخار، تلکان اور دیگر اہم فوجی نوعیت کے مراکز اور علاقے فتح کرلیے ہیں

اور دوسرے علاقوں میں بھی انکی پیش قدمیاں جاری ہیں ۔ اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے ۔ یہاں پر ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ طالبان کی چوٹی کی قیادت جن کو مذاکرات کی آڑ میں مخالفوں نے گرفتار کرلیا تھا اور جس میں طالبان حکومت کے وزیرخارجہ ملامحمد غوث اور وزیرخزانہ مولانا احسان اللہ اور وزیردفاع مولانا عبدالرازق حقانی اور دیگر اہم رہنما شامل ہیں ان کی رہائی کے لئے وزارت خارجہ اور جناب گوہرایوب صاحب سنجیدہ کوشش کریں ۔ کیونکہ اب حکومت پاکستان نے طالبان حکومت کو باقاعدہ تسلیم کرلیا ہے ۔ تو انہیں چاہیئے کہ پڑوسی ملک کی ہر ممکن مدد اور حمایت کریں ۔ (حافظ راشدالحق سمیع) یکم جولائی ۱۹۹۷ء

ضروری اطلاع

۱۴ اگست کو پاکستان کے 50 سال مکمل ہورہے ہیں اس مناسبت سے ماہنامہ " الحق " تحریک آزادی اور قیام پاکستان کے متعلق آئندہ شمارہ میں خصوصی مضامین شائع کرے گا ۔ مضمون نگار اور مقالہ نویس حضرات سے گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر اپنا قیمتی مضمون جلدازجلد ارسال فرمائیں ۔ تاکہ اگست کے شمارہ میں اس کو شامل اشاعت کیا جائے ۔ (موضوعات درج ذیل ہیں)۔

۱). جن مقاصد کیلئے پاکستان وجود میں آیا تھا کیا وہ مقاصد پورے ہوئے ؟

۲). پاکستانی پارلیمنٹ اور آئین سازی میں علماء کرام کا روشن کردار ؟

۳). پاکستان کے ساتھ آزاد ہونے والے ممالک کا پاکستان کے ساتھ تقابلی جائزہ مثلاً چین ، جاپان ، بھارت ، کوریا وغیرہ وغیرہ ۔ (۴). اسلام پاکستان کے لئے ناگزیر ہے ؟

۵). پاکستان میں عالم اسلام کی قیادت کی صلاحیت ؟

۶). کیا مغربی جمہوریت پاکستان کے مزاج سے ہم آہنگ ہے ؟ اور کیا یہ تجربہ پاکستان میں کامیاب رہا ؟ (۷). تحریک آزادی میں علماء کرام کا روشن کردار ؟

۸). عالم اسلام کے لئے پاکستان کا کردار ؟ (۹). اکیسویں صدی اور پاکستان ؟

۱۰). پاکستان کے دولخت ہونے کے اسباب ؟ (۱۱). پاکستان اور بھارت کا تقابلی جائزہ ؟

۱۲). فرنگی سامراج کے برصغیر میں مظالم ؟

نوٹ :۔ محولہ بالا عنوانات پر مضامین ۲۲ جولائی تک ادارہ کو پہنچ جانے چاہئیں ۔(ادارہ)

از مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ وچیئرمین دارالشریعہ بنگلور (بھارت)

قرآن اور نباتات

نباتات کی گواہی توحید اور رسالت پر

نوٹ :- یہ لیکچر ۳ ستمبر ۱۹۹۴ء کو فرقانیہ اکیڈمی میں دیا گیا جو قرآن اور سائنس کے موضوع پر ماہانہ لیکچرس کی تیسری کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جتنی بھی چیزیں پیدا کر رکھی ہیں ان میں نباتات (پیڑپودوں) کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ نباتات کے بغیر کوئی بھی انسان یا حیوان زندہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ہماری غذا ہی نہیں بلکہ ہماری زندگی کی اکثر چیزیں نباتات ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً اناج، دالیں، ترکاریاں، پھل، میوے اور مصالحہ جات وغیرہ پیڑپودوں ہی سے یافت ہوتے ہیں۔ نیز مختلف قسم کی دوائیوں کا حصول بھی جڑی بوٹیوں سے ہوتا ہے، اسی طرح جلانے کی لکڑی، کوئلہ، میزکرسیاں، رسی، ٹوکریاں اور عمارتی لکڑی وغیرہ کا ماخذ بھی درخت ہی ہیں۔ گویا انسانی زندگی کا سارا دارومدار نباتات ہی پر ہے، اور اس اعتبار سے تخلیقاتِ الٰہیہ میں پیڑپودے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کارخانہ قدرت میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن پر انسان ایک اچٹتی نظر ڈال کر گزر جاتا ہے اور ان سے کوئی عبرت یا سبق حاصل نہیں کرتا۔

انسان اپنی غذا کا جائزہ لے :-

اللہ تعالیٰ نے اس عالم مادی کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا ہے اور اس میں انسان کی عبرت و بصیرت کے لئے قدم قدم پر بے شمار اسباق ودیعت کردیئے ہیں۔ تاکہ انسان ان کی طرف متوجہ ہو اور ان مظاہر میں غور وفکر کرکے وہ اپنے خالق اور مالک حقیقی کو پہچانے اور بغاوت و سرکشی کا راستہ چھوڑ دے، چنانچہ قرآن مجید میں ایک موقع پر بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ انسان اپنی غذا کی طرف نظر ڈال کر دیکھے کہ وہ کن کن اسباب وذرائع سے اور کس قدر حیرت انگیز طریقے

نقش آغاز

پاکستان میں امریکہ کی کھلی جارحیت

پچھلے دنوں پاکستان کی سرزمین پر ایک ایسا روح فرسا واقعہ پیش آیا۔ جس نے ہر محب وطن پاکستانی کو اس بات کے سوچنے پر مجبور کیا کہ کیا واقعی ہم آزاد ہیں؟ اور گولڈن جوبلی اور رنگارنگ تقریبات منانے میں آج ہم حق بجانب ہیں؟۔

گذشتہ دنوں امریکہ کے ایف بی آئی اور سی آئی اے کے ایجنٹوں نے پاکستانی اعلیٰ احکام کی سرپرستی اور مکمل تعاون کے ساتھ قانون اور آئین کی پرواہ کیے بغیر اور غیرت ملی۔ وحمیت دینی کو بالائے طاق رکھ کر ایک پاکستانی (ایمل کانسی) کو امریکہ کے حوالہ کردیا۔ جس پر تمام ملک میں احتجاج کیا گیا اور آج تک اخبارات میں اسکے متعلق مضامین اور بیانات کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ یہ " صدائیں" یقیناً صدا بصحرا ثابت ہونگی۔ امریکہ کی پاکستان میں یہ پہلی براہ راست کاروائی نہیں بلکہ اس حکومت کے برسراقتدار آتے ہی (پبی) کے قریب مہاجر کیمپ میں عالم اسلام اور پاکستان کی سالمیت کی جنگ لڑنے والے عرب مجاہدین کو (امریکی قونصلیٹ) کی ہدایات اور نگرانی میں حکومت پاکستان کی پولیس اور ایجنسیوں کے کارندوں نے چن چن کر صلوۃ خوف کے دوران (ماورائے عدالت) قتل کردیا تھا، اور اس سے پہلے محترمہ کے دورمیں رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں جناب بابر صاحب نے ایک عظیم مجاہد رمزی یوسف کو چند ڈالروں کے عوض فروخت کردیا تھا۔ شاید علامہ نے اسی موقع پر کہا تھا!

ع قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

آج ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ میاں نوازشریف اور بے نظیر بھٹو دونوں امریکہ کے "ذلہ ربا" اور "گماشتے" ہیں۔ دونوں اپنے " آقا" امریکہ کو خوش کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے لئے تگ ودو میں مصروف ہیں۔

★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★

طرح نباتات بھی سانس لیتے ہیں۔فرق صرف اس قدر ہے کہ حیوانات آکسیجن لے کر کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں ، جبکہ اسکے برعکس نباتات کاربن ڈائی آکسائیڈ اخذ کرکے آکسیجن خارج کرتے ہیں ، اس دوطرفہ عمل کے باعث فضا میں آکسیجن کا تناسب برقرار رہتا ہے ورنہ تمام حیوانات بشمول انسان آکسیجن کی کمی کے باعث مرجاتے اور یہ اللہ کی ربوبیت کا حیرت انگیز عمل ہے۔

۴). دونوں جنسوں میں احساس وادراک پایا جاتا ہے اور یہ دونوں اصناف رنج وراحت محسوس کرتے ہیں جیسا کہ ایک ہندستانی سائنسدان سرجگدیش چندر بوس نے اس سلسلے میں تجرباتی مظاہرہ کرکے دنیا کے تمام سائنس دانوں کو چونکا دیا ہے۔

۵). جس طرح حیوانات کھاتے پیتے ہیں اسی طرح نباتات بھی کھاتے پیتے ہیں ، مگر نباتات کی غذا پانی اور چندسادہ عناصر ہوتے ہیں ، جب کہ اس کے برعکس حیوانات تیار شدہ غذا استعمال کرتے ہیں۔

۶). جس طرح حیوانات " شادی بیاہ " کرکے بچے پیدا کرتے ہیں اسی طرح پیڑپودے بھی شادی بیاہ کرکے اولاد جنتے ہیں ، لیکن فرق یہ ہے کہ پودوں اور درختوں میں شادی بیاہ کا عمل براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ ہوتا ہے اور یہ نباتاتی زندگی کا بہت ہی دلچسپ باب ہے ، اور ان کے بچے وہ بیج یا اناج یا پھل وغیرہ ہوتے ہیں جن کو پیڑپودے جنم دیتے ہیں۔ اگر نباتات میں یہ عمل نہ ہوتو پھر تمام حیوانات اور انسانوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے :

قل انظروا .... غور سے دیکھو کہ زمین اور اجرام سماوی میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں (یونس ۱۰۱)

دنیائے نباتات میں نظم وضبط :-

واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام حقائق تجرباتی ومشاہداتی سائنس کے ذریعہ پوری طرح ثابت ہیں۔ روئے زمین پر اس وقت چار لاکھ سے زیادہ قسم کے پیڑپودے اور جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں اور ان میں سے ہر نوع کی خصوصیات مختلف ہوتی ہیں۔ نباتات میں اعلیٰ درجے کا نظم وضبط پایا جاتا ہے اور ہر نوع ہزاروں سالوں سے اپنی نوعی خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے ، جس میں کبھی تفاوت نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اتنا اعلیٰ درجے کا نظم وضبط آپ سے آپ رونما اور برقرار نہیں رہ سکتا۔ لہذا منطقی اعتبار سے ایک خلاق ہستی کا وجود تسلیم کرنا پڑتا ہے جس کے اشاروں پر یہ سارا نظام چل رہا ہے۔ مادہ پرستوں نے اس نفیس اور بے داغ نظام کے لئے " ارتقاء " کا نظریہ گھڑلیا ہے ، جس کے ذریعہ ربوبیت کے ان مظاہر کی معقول توجیہہ نہیں ہوتی اور زندگی کے معمے

حل نہیں ہوتے ، بلکہ لامحال طور پر ایک خدا کا وجود تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے اسی وجہ سے قرآن حکیم میں جگہ جگہ نباتاتی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور ان میں کارفرما نظامات کا مطالعہ ومشاہدہ کرنے اور پھران سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی پرزور دعوت دی گئی ہے ۔

مناظر فطرت میں خدائی جلوے :۔

چنانچہ بعض آیات میں نباتات میں پائی جانے والی خوبصورتی ، رونق اور حسن کاری کو خدا کے وجود کی دلیل قرار دیا گیا ہے :

والارض .... اور ہم نے زمین کو (اس کی پوری گولائی میں) پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو نصب کردیا اور اس میں (رنگ برنگے) خوشنما ازواج (پھول پھل اورشگوفے) اگادیئے ، ہراس شخص کی بصیرت وسبق آموزی کے لئے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہو ۔ (ق : ۷ ۔ ۸)

چنانچہ مختلف قسم کے درختوں اور پیڑ پودوں میں جو خوشنمائی اور رعنائی موجود ہے وہ ایک ماہرترین کاریگر کی حناعی پر دلالت کرتی ہے ۔ رنگ برنگے پھولوں ، منقش اور شگوفوں میں مختلف رنگوں کا جوحسین امتزاج ہوتا ہے وہ بڑاہی جاذب نظر ، من بھاتا اور دلفریب منظر پیش کرتا ہے ۔ مناظر فطرت کی گلکاریوں اور اس کے حسین وجمیل نقش ونگار میں ایک خلاق ہستی کا جلوہ نظر آتا ہے ۔ اگر یہ کائنات بغیر کسی خالق اور بغیر کسی کاریگر کے خود بخود وجود میں آگئی ہوتی تو دنیائے نباتات میں یہ حسن کاریاں اور دلفریبیاں موجود نہ ہوتیں ۔ آپ نباتاتی مظاہر کا جائزہ لیجئے آپ کو کہیں بھی بے ڈھنگاپن یا بدنظمی نہیں ملے گی ۔ظاہر ہے کہ اس قدر نظم وضبط اور رکھ رکھاؤ ایک مدبر ومنتظم کے بغیر ممکن ہوہی نہیں سکتا ۔

نباتات میں قانون زوجیت کی کارفرمائی :۔

دنیائے نباتات میں سب سے زیادہ تحیر خیزچیز قانون زوجیت کی کارفرمائی ہے ۔ یعنی جس طرح حیوانات میں نرومادہ پائے جاتے ہیں اسی طرح پیڑپودوں میں بھی ربوبیت کا یہ قانون دکھائی دیتا ہے اور اس کا ذکر قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر آیا ہے ۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو :

وانزل من .... اور اس نے بادل سے پانی برسایا ۔ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ (زمین سے) نباتات کے جوڑے نکالے ۔ (طٰہٰ : ۵۳) اور دوسری جگہ ارشاد ہے :

سبحان الذی .... پاک ہے وہ (رب برتر) جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا ، جن کو زمین اگاتی ہے ، اور خود ان کی اپنی جنس میں ، اور ان چیزوں میں بھی جن کو یہ لوگ نہیں جانتے ۔ (یٰس : ۳۶)

اس ربانی انکشاف سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون زوجیت (یعنی نرومادہ کا وجود) جس طرح عالم انسانی میں موجود ہے اسی طرح وہ عالم نباتات میں بھی پایا جاتا ہے ۔ نیز یہ کہ اس آیت کریمہ کے مطابق دنیا میں اسی بہت سی چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں یہ قانون موجود ہے ،مگر ان چیزوں کو انسان نہیں جانتا۔

ایک باخبر ہستی کا وجود :-

اوپر سورۂ یٰس کی جو آیت پیش کی گئی ہے اس سے دو اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں : اول یہ کہ جس خلاق ہستی نے یہ ہمہ گیر قانون بنایا ہے وہ بہت زیادہ قدرت والی اور برتر ہستی ہے ۔
دوم یہ کہ اسے اپنی تمام تخلیقات اور ان میں موجود بھیدوں کا علم حاصل ہے ، اسی بنا پر اس نے اپنے کلام میں صدیوں پیشتر اپنی تخلیقات اور ان کی اندرونی مشنری کی خبر پہلے ہی سے دے رکھی ہے ۔ ظاہر ہے کہ نباتات کے جوڑے جوڑے ہونے کی حقیقت موجود ہ دور کی دریافت ہے جس سے قدیم انسان واقف نہیں تھا ، لہذا ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایسی کوئی باخبر ہستی ضرور موجود ہے جو اس کائنات کے تمام رازوں اور بھیدوں سے واقف ہے ، یہی خدا ہے ۔

اس بحث سے مزید دو حقیقتیں ثابت ہوتی ہیں ۔ پہلی حقیقت یہ کہ قرآن مجید ایک ایسا برحق وبرتر کلام ہے جو مظاہر کائنات کے رازہائے سربستہ کاامین ہے ، اور دوسری حقیقت یہ کہ جس معزز ہستی کے توسط سے یہ کلام پیش کیا گیا ہے ، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سچے اور صادق تھے ۔ اس طرح کے کائناتی حقائق سے توحید (خداکاوجود اور اس کی وحدانیت) رسالت اور قرآن تینوں چیزوں کی حقانیت ثابت ہوتی ہے ۔

قرآن اور کائنات کی گواہی :-

واقعہ یہ ہے کہ مظاہر کائنات (خدائی تخلیقات) کے جائزے سے ایک عظیم قدرت والی ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے اور قرآن مجید کے مطالعہ سے ایک باخبر ہستی کا سراغ ملتا ہے اور ان دونوں (قرآن مجیداور کائنات) کے تقابل سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس ہستی نے یہ رنگارنگ عالم تخلیق کیا ہے اسی نے یہ کتاب برحق بھی نازل کی ہے ۔ اور ان دونوں کے تقابل سے اہل ایمان کے علم ویقین میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔ جیسا کہ اس سلسلے میں خود ارشاد باری ہے ۔
خلق السمٰوت _____ اللہ نے زمین اور آسمان کو حقانیت (حکمت و مصلحت) کے ساتھ پیدا کیا ہے بلاشبہ اہل ایمان کے لئے اس میں ایک بڑی نشانی موجود ہے ۔ (عنکبوت : ۴۴)

اس اعتبار سے قرآن اور کائنات ایک دوسرے کے لئے گواہ اور شاہد کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ گویا کہ انسان خود اپنی تحقیقات کے ذریعہ قرآن مجید کے دعوؤں اور اس کی بیان کی مسلسل تصدیق اور تائید کرتا جارہا ہے ۔ مگر اب تک اس کتاب حکمت کا کوئی بھی دعویٰ غلط یا بے بنیاد ثابت نہیں ہوسکا ہے اور نہ قیامت تک ایسا ہوسکے گا ۔ کیونکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے ۔ جس میں خلاف واقعہ بات کا گزر نہیں ہوسکتا ۔

نباتات میں ازدواجی عمل :-

جدید تحقیقات کی رو سے اس وقت روئے زمین پر سوا ملین (ساڑھے بارہ لاکھ) کے قریب حیوانات و نباتات پائے جاتے ہیں ، جن میں دو تہائی حیوانات اور ایک تہائی نباتات ہیں ۔
(ملاحظہ ہو اسیموس گائیڈ ٹو سائنس : ۳،۴/۲)

حیوانات و نباتات میں ازدواجی ملاپ کے طریقے مختلف ہیں ۔ مگر ہر نوع میں نر کو متوجہ کرنے کے لئے مادہ کو حسن و خوبصورتی سے لیس کیا گیا ہے ۔ چنانچہ نباتات میں یہ عمل پھولوں میں واقع ہوتا ہے ۔ اسی وجہ سے پھولوں کی انتہائی خوشنما اور پر کشش بنایا گیا ہے ۔ ان میں نر پھول الگ اور مادہ پھول الگ ہوتے ہے ۔ مگر ان کی بار آوری براہ راست نہیں ہوتی ، بلکہ یہ عمل مختلف قسم کے حشرات ، پرندوں ، تتلیوں اور شہد کی مکھیوں وغیرہ کے ذریعے ہوتا ہے ، جو پھولوں میں موجود مٹھاس کھانے کے لئے ان کی طرف لپکتے ہیں ۔ مگر انجانے پن میں بہت بڑی خدمت بھی انجام دے دیتے ہیں ۔ چنانچہ ان پھولوں میں موجود ننھے ننھے زردانے یا زرگل (POLLEN GRAINS) ان حشرات کے ٹانگوں سے چپک جاتے ہیں اور اس طرح جب وہ ایک پھول سے دوسرے پھول کی طرف بڑھتے ہیں تو وہ نر پھولوں کے زردانے مادہ پھولوں تک پہنچانے کا باعث بنتے ہیں ۔ جس کے نتیجہ میں مادہ پھول بار آور ہوکر پھل کی شکل اختیار کرلیتے ہیں ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ایک حکیمانہ طریقے سے اپنے مخلوق کو رزق پہنچارہی ہے ۔ ہماری دنیا میں تقریباً ڈھائی لاکھ پھولدار پودے موجود ہیں ۔ (دی نیو بک آف پوپلر سائنس : ۴/ ۴۴) جن میں یہ عمل مختلف طریقوں سے انجام پاتا ہے ۔ اس اعتبار سے انسانی اور حیوانی غذا نباتات کے "ازدواجی ملاپ" سے بر آمد ہوتی ہے ۔ اگر پودے میں زوجیت کا یہ عمل واقع نہ ہوتو پھر انسان کو اناج کا ایک دانہ بھی نہ مل سکے گا ۔ غور فرمایئے کہ رب العالمین کتنے حیرت انگیز طریقے سے انسان کو اس کی روزی فراہم کر رہا ہے ۔ مگر انسان ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کا رزق کھاکر بھی اس کا

شکر ادا نہیں کرتا بلکہ الٹا انکار کر کے اس کی نافرمانی کرتا ہے یا خدا کی خدائی میں دوسرے دیوتاؤں کو شریک کر کے عملاً اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کرتا ہے۔

یاایھاالناس ...... اے لوگوں اللہ کی نوازش کو یاد کرو جو تم پر ہے۔ بھلا اللہ کے سوا کوئی دوسرا خالق بھی ہے جو تم کو زمین اور آسمان سے رزق دیتا ہے؟ (فاطر: ۳)

خلاق عالم کا مظاہرہ قدرت:-

اس موقع پر دو مزید حقیقتیں بھی پیش نظر رہنی چاہیں جو وجود خداوندی کی بہت بڑی دلیلیں ہیں۔ اول یہ کہ خالق ارض وسمانے روئے زمین پر پائی جانے والی تقریباً بارہ لاکھ انواع حیات (جاندار چیزوں) میں سے ہر نوع کا ایک مخصوص ضابطہ مقرر کیا ہے اور اسی کے مطابق تمام کو مخصوص اعضائے تناسل بھی اس طرح عطا کئے ہیں گویا کہ ہر جوڑا ایک دوسرے کے لئے بالکل فٹ ہے۔ یہ مخصوص نوعی اعضاء اور نوعی ضوابط "ارتقاء" کا نتیجہ نہیں بلکہ نقاش فطرت کی خلاقیت وربوبیت کے نقوش ہیں۔ ظاہر ہے کہ لاکھوں انواع حیات میں سے ہر جوڑے کے لئے ایک دوسرے کے مطابق اعضاء کا پایا جانا خود بخود نہیں ہوسکتا۔ اور ایک اندھے بہرے مادہ میں یہ عمل خود کارانہ طور پر جاری نہیں ہوسکتا۔ اسی بناء پر اختلاف انواع اور ان میں جاری قانون زوجیت کے وجود کو باری تعالیٰ کی توحیداور اس کی بے مثال قدرت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور اس ضابطہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف راہ یابی کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

سبحان الذی ...... پاک ہے وہ ذات برتر جس نے تمام جوڑوں کو (خصوصی طور پر) تخلیق کیا ہے۔ (یٰس: ۳۶)

ومن کل شئی ...... اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم متنبہ ہوسکو۔ لہذا تم اللہ کی طرف دوڑو۔ میں تو تمھیں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔ (ذاریات: ۴۹۔ ۵۰) یعنی یہ ایسا حیران کن ضابطہ ہے جس کے مشاہدہ کے بعد ایک خلاق ہستی کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہ جاتا۔ اور اس بدیہی حقیقت کا انکار ایک معاند شخص ہی کر سکتا ہے۔

نباتات کا مظاہرہ شرافت:-

اور دوسری حقیقت جو پہلی حقیقت سے بھی زیادہ حیران کن بلکہ مادیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے والی ہے، یہ کہ نباتاتی دنیا میں اس ہمہ گیر قانون ازدواج کے باعث کوئی انتشار یا پراگندگی پائی نہیں جاتی اور ایک نوع دوسری سے بارآور نہیں ہوتی۔ بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ پردے

کے پیچھے کوئی ایسی ہستی یا خفیہ ہاتھ ضرور موجود ہے جو ان لاکھوں انواع (پیڑپودوں) کی نگرانی کررہا ہے، ورنہ بہت ممکن تھا کہ ایک نوع دوسری سے بارآور ہوجاتی ۔ مثلاً آم کے درخت میں امرود نمودار ہوجاتے، یا انار کے پیڑ میں سنترے دکھائی دینے لگتے، یا پپیتے کے درخت میں کیلے نظر آتے، یا گلاب کے پودے میں چنبیلی ظاہر ہوجاتی " وقس علی ذالک " اس قسم کی " حرامی " نسل کا دنیائے نباتات میں عدم وجود سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نباتاتی زندگی انتہائی شریفانہ ہے جو صرف اپنی ہی نوع سے بارآور ہوتے ہیں، کسی دوسری نوع کے " زردانوں " کو قبول نہیں کرتے، خواہ حشرات وغیرہ کے ذریعہ دوسری انواع کا مواد ان تک کیوں نہ پہنچ جائے ۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے علم نباتات (باٹنی) کی تھوڑی سی تفصیل ضروری ہے ۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا پیڑپودوں میں بارآوری کا عمل پھولوں میں ہوتا ہے، اور یہ عمل براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ طور پر کیڑوں، مکوڑوں، تتلیوں، شہد کی مکھیوں اور ہوا وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے ۔ پھولوں کا رس چوستے وقت ان ننھی منی مخلوق کی ٹانگوں سے جو زردانے چپک جاتے ہیں وہ نرپھولوں سے ہوکر مادہ پھولوں کہ بیضہ دانیوں (OVARIES) تک پہنچ جاتے ہیں جو صراحی دار ہوتی ہیں ۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ بارآور ہوکر پھل دینے لگتے ہیں ۔ نباتات کی اصطلاح میں اس عمل کو " عمل زیرگی " (POLLINATION) کہاجاتا ہے ۔ مگر خدا کی قدرت وربوبیت کا تماشہ دیکھئے کہ ایک جگہ یا باغ میں بیسوں قسم کے درخت اور پودے ہوتے ہیں، جہاں پر بارآوری کے یہ ایجنٹ (یعنی مذکورہ بالاحشرات) ایک پھول سے دوسرے پھول تک اور ایک درخت سے دوسرے تک جاتے اور مسلسل ان کا رس چوستے رہتے ہیں ۔ لہذا بہت ممکن تھا اور ہے کہ ایک نوع کے پھولوں کے زردانے دوسری نوع کے پھولوں تک بھی پہنچ جاتے ہوں ۔ مگر اس کے باوجود کبھی بھولے سے بھی یہ پھول غلطی نہیں کرتے اور کسی دوسری نوع کا مادہ ہرگز قبول نہیں کرتے ۔ تو کیا مادہ پرستانہ نقطہ نظر سے اس حیرت انگیز مظہر فطرت کا عقدہ کشائی ممکن ہے ؟ پھر کیا ایک نگران اور منتظم ہستی کا وجود تسلیم کئے بغیر یہ معمہ حل ہوسکتا ہے ؟ اگر یہ دنیا بغیر کسی خالق ومدبر کے خود بخود چل رہی ہے تو پھر آم کے درخت میں امرود اور انار کے درخت میں سیتا پھل لگنے سے کیا چیز مانع ہے ؟ یہ پوری دنیائے سائنس کے سامنے ایک بہت بڑاسوال ہے جسے وہ حل کرے ۔ اس اعتبار سے قرآن [illegible] حقائق ہی بیان نہیں کرتا بلکہ فلسفے کا رخ بھی متعین کرتے ہوئے اسے نئی نئی منزلوں سے آشنا کرتا ہے، تاکہ فکرونظر کی اصلاح ہو

ایک قرآنی انکشاف:-

نباتات کے اس مظاہرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نباتاتی زندگی کا یہ پہلو انتہائی شریفانہ ہے جو اپنی نوع کے علاوہ کسی دوسری نوع سے بارآور نہیں ہوتے۔ ورنہ انسانی زندگی مشکل ہوجاتی۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم نے نباتات کو "شرافت" کا سرٹیفیکیٹ دیا ہے جس کی حقیقت تحقیقات جدیدہ کے بعد واضح ہوسکی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

وانزلنا من ـــــ اور ہم نے بادل سے پانی برسایا پھر ہم نے زمین میں قسم باقسم کے شریف نرومادہ (پھول پودے) اگادیئے۔ (لقمان: ۱۰)

اولم یروا ـــــ کیا ان (منکرین) نے زمین کا مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے اس میں کتنے ہی معزز نرومادہ (پھول پودے) اگادیئے ہیں؟ (شعراء: ۷)

واضح رہے اس موقع پر قرآن مجید نے نباتات کے لئے "زوج کریم" کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو قابل توجہ ہیں۔ لفظ زوج کا اطلاق کسی بھی جوڑے کے ایک فرد پر ہوتا ہے، خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔ اور جب زوجین کہا جائے تو اس سے ایک جوڑے کے دونوں افراد مراد ہوتے ہیں، جن کے درمیان رشتہ ازدواج قائم ہو۔ یہ اس لفظ کا حقیقی مفہوم ہے، جب کہ مجازاً لفظ زوج کا اطلاق کسی خنسف (قسم) پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود قرآن ہی میں مذکور ہے۔ "فیھما من کل فاکھۃ زوجان" (جنت میں ہر قسم کے میووں کی دو قسمیں ہوں گی)۔

موجود دور سے پہلے اس لفظ کے مجازی معنیٰ مراد لئے جاتے تھے۔ مگر تحقیقات جدیدہ کے باعث اب اس کے حقیقی معنیٰ مراد لینا ممکن ہوگیا ہے۔ بہرحال مذکورۂ بالا آیات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے نباتات کے اس مظاہرہ کو اپنا عمل بتایا ہے۔

قرآن رازہائے کائنات کا امین:-

اس قسم کے بے شمار اسرار سربستہ ہیں جو اس کتاب حکمت میں صدیوں پہلے بیان کردیئے گئے ہیں۔ تاکہ وقت آنے پر وہ ربانی انکشافات کاروپ دھار کر نوع انسانی کو متنبہ کرسکیں۔ اسی بناء پر ارشاد ہے۔

قل انزلہ ـــــ کہہ دو کہ اس کتاب کو اس ہستی نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے تمام بھیدوں سے واقف ہے۔ (فرقان: ۶)

غرض نباتات ہی نہیں بلکہ اس عالم مادی کی ہر مخلوق اور ہر مظہرفطرت طبعی اعتبار سے خالق کائنات کی نگرانی ونگہبانی میں رواں دواں ہے اور کوئی بھی چیز یہاں پر آزاد یا بے مہار نہیں ہے، سوائے انسان کے جسے شرعی واخلاقی لحاظ سے فکر و عمل کی آزادی دے کر خیروشر میں امتیاز کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اللہ خالق ـــــ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے۔ (زمر: ٦٢)

بل لہ مافی ـــــ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا مالک وہی ہے۔ کل مخلوق اسی کی فرمانبردار ہے۔ (بقرہ: ۱۱٦)

دلائل ربوبیت اور خدائی منصوبہ بندی:۔

جیسا کہ عرض کیا گیا قرآن حکیم میں نباتات کے مختلف مظاہر اور ان کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ ایک خاص انداز میں موجود ہے اور انسان کو سائنٹفیک نقطہ نظر سے ان مظاہر میں غوروخوض کرنے اور ان نظاموں میں کارفرما حقائق کا پتہ چلانے کی تاکید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان نباتاتی مظاہر کا مشاہدہ کرنے والوں کے لئے اللہ کی قدرت وربوبیت کی بہت سی نشانیاں رکھ دی گئی ہیں۔

انظروا الیٰ ـــــ ان (پیڑپودوں میں پھلوں) کے اگنے اور پکنے کے مناظر کو غور سے دیکھو۔ یقیناً اس باب میں ایمان لانے والوں کے لئے کافی نشانیاں (دلائل ربوبیت) موجود ہیں۔ (انعام: ۹۹)

ظاہر ہے کہ اس قسم کی دعوت فکر وہی دے سکتا ہے جس نے پورے نظام اور منصوبہ بندی کے ساتھ اس کائنات اور اس کے مختلف مظاہر کا نظم وضبط کر رکھا ہو۔ اس لئے اس سلسلے کے سارے حقائق خدائی منصوبے کے مطابق منظر عام پر آرہے ہیں اور وہ ایک خاص انداز میں قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور انسان خود اپنی ہی تحقیقات کے زور میں قرآن عظیم کی حقانیت پر مہرتصدیق ثبت کررہا ہے۔ لہذا یہ کوئی معمولی بات یا معمولی واقعہ نہیں ہے بلکہ فلسیفانہ نقطہ نظر سے ایک انوکھا اور عظیم واقعہ ہے جس کی طرف پوری نوع انسانی کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس قسم کی کوئی دوسری مثال پورے انسانی لٹریچر میں نہیں ملتی، اس طرح کہ اس کے سارے دعوے تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں نکھر نکھر کر سامنے آرہے ہوں۔ اور اس کا کوئی دعویٰ آج تک غلط یا خلاف واقعہ ثابت نہیں ہوسکا ہے۔

خلاصہ بحث یہ کہ قرآن مجید وہ آخری آسمانی صحیفہ ہے جو ہر قسم کے تغیر وتبدل سے

محفوظ ایک سچا اور برحق کلام ہے جو جدید سائنس اور اس کی تحقیقات کی روشنی میں نہ صرف کھرا اترتا ہے بلکہ وہ ہر دور میں انسان کے فکر ونظر کی اصلاح کرتے ہوئے اسے علم وفلسفے کی نئی نئی راہیں بھی دکھاتا ہے ۔ آج کے خطبہ میں نباتاتی زندگی کے صرف بعض مظاہر کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں ، انشاء اللہ اگلی صحبت میں اس سلسلے میں نباتاتی زندگی کے مزید حقائق بیان کئے جائیں گے ۔ اور خاص کر وقوع قیامت کے ثبوت میں عالم نباتات سے چند سائنٹفیک دلائل پیش کئے جائیں گے جو موجودہ غافل انسانوں کے لئے ایک تازیانے کا درجہ رکھتے ہیں ۔

ایک عظیم اور لازوال صحیفہ :-

واقع یہ ہے کہ عالم نباتات کے گہرے مشاہدہ وجائزہ سے ایک حیرت انگیز افعال والی ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے ۔ ورنہ نباتاتی زندگی میں اس قدر تنظیم ، منصوبہ بندی ، حسن کاری اور گہری حکمت ممکن نہیں ہوسکتی ، اور یہ مطالعہ وجائزہ ہمارے ایمان میں پختگی کا باعث ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک سچا سائنس دان ایک پکا مومن وموحد بن سکتا ہے ، اور یہ چیز تب ہی ممکن ہے کہ جب علم اور ایمان یا دین اور سائنس دونوں میں تطبیق دی جائے ۔ ورنہ ان دونوں میں تفریق کے باعث خوفناک نتائج برآمد ہوتے ہیں ، اور وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا جو ان دونوں میں تفریق کی دعوت دیتا ہے ۔ اس سلسلے میں قرآن مجید ہمارے لئے دلیل راہ ہے جو معتدل ومتوازن نقطہ نظر رکھتے ہوئے نظام کائنات میں کھلے دل ودماغ کے ساتھ غور کرنے اور اس سے صحیح منطقی نتائج اخذ کرنے کی دعوت دیتا ہے ۔ قرآن حکیم کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ وہ ہردور کے تقاضے کے مطابق انسان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے جو اس کے نظام دلائل کا ایک حصہ ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ اس عظیم اور لازوال صحیفہ حکمت میں قیامت تک ہردور کی منطق اور اس کی لانفسیات کے مطابق رہبری کرنے کی صلاحیت روز اول ہی میں ودیعت کردی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ سدا بہار رہے گا ۔ اور اس کے نئے نئے حقائق ہر دور میں جلوہ گر ہوکر انسانی کو مبہوت وششدر کرتے رہیں گے ۔ چنانچہ ایک حدیث نبوی کے مطابق " قرآن کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوسکیں گے ۔" (ترمذی)

قسط نمبر2

مولانا انوارالحق صاحب
نائب مہتمم واستاذالحدیث جامعہ حقانیہ

شہیدوں کے خون سے منور سرزمین افغانستان میں چار دن

طے شدہ پروگرام کے مطابق ۲۲ مئی بروز منگل ساتھیوں سمیت یونیورسٹی ٹاؤن میں واقع طالبان کے ہیڈکوارٹر ڈیڑھ بجے (۱/۲ ۱) ظہر کو پہنچے۔ دفتر کے مین دروازے پر ہی طالبان کے چاق وچوبند سادہ لباس میں ملبوث محافظین نے استقبال کرنے کے بعد ذمہ دار افراد کو ہمارے آنے کی اطلاع دی۔ حفاظت وسیکورٹی کے پیش نظر ہر داخل ہونے والے شخص کی تلاشی وغیرہ لے کر اندر جانے دیا جاتا ہے، چونکہ گیٹ پر موجود پہرہ دار اور انکے ساتھ موجود دیگر کارکنان میں اکثریت جامعہ حقانیہ کے طلباء کی تھی۔انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی دفتر میں داخلے کی رسمی کاروائی کو بھی ضروری نہ سمجھا۔داخل ہوتے ہی نمائندگی کے ذمہ دار مولانا عبدالقدیر حقانی دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اپنے دفاتر سے ہمارے استقبال کے لئے باہر نکلے۔ تمام ساتھیوں کا تعارف ان سے کرایا گیا۔ پندرھویں صدی ہجری میں روئے زمین پر قائم ہونے والے اس نوزائدہ خالص اور مکمل اسلامی حکومت کا ہیڈکوارٹر یونیورسٹی ٹاؤن پشاور کے بڑے بڑے عالیشان محلات، کوٹھیوں اور بنگلوں کے درمیان ایک چھوٹے سے سادہ مکان میں واقع ہے۔ ظاہربینی اور مادہ پرستی کے اس پرآشوب دور میں معمولی معمولی جماعتیں اور گروپس اپنے دفاتر قیمتی اور پرتعیش بنگلوں اور محلات میں صرف اسلئے قائم کرتے ہیں تاکہ لوگ مرعوب ہوکر متاثر ہوسکیں۔مگر یہاں تو مقصد اور لائحہ ہی اعلائے کلمۃ اللہ اور رضائے الہیٰ کا حصول ہے۔تو مکان بھی سادہ اور مکین بھی عجزوانکساری اور تواضع وللہیت کے مجسمے۔

دفتر کے تمام کمرے مجاہدین سے بھرے تھے۔ اگر کسی کمرہ میں جہاد کے دوران زخمی ہوکر علاج کے لئے آنے والے طالبان تھے تو کئی کمرے جہاد میں شرکت کے خواہشمند طلباء سے معمور تھے۔ ہر آدمی اپنے اندر ایک عجیب ساجوش وولولہ لیکر اپنے اپنے کام میں مگن تھا۔ ہر ایک چہرے پر طمانیت، جذبہ جہاد اور نورایمان کے آثار نمایاں تھے۔ مہمانوں کو کمرہ میں بٹھاکر مشروب

سے تواضع کرنے کے بعد جلال آبادروانگی کیلئے ایک فلائینگ کوچ کا بندوبست پہلے سے کیا گیا تھا۔ روانگی سے پہلے طالبان نے ہر مہمان کو ایک خصوصی پگڑھی بندھوائی یہی پگڑھی طالبان کی وہ خصوصی اور امتیازی نشانی ہے جو کفر اور کافرانہ نظام کے حامیوں کے لئے خوف، دہشت اور رعب کی علامت بن چکی ہے۔ یہیں سے جامعہ حقانیہ کے افغانی مدرس مولانا سید احمد شاہ برخوردارم حافظ سلمان الحق سلمہ اور برخوردارم حافظ عرفان الحق سلمہ اور حافظ ارشدعلی شاہ بھی قافلہ میں شامل ہوئے۔ قریباً تین بجے ظہر تمام ساتھی فلائینگ کوچ میں بیٹھ کر وہاں پر موجودطالبان اور ان کے بعض رہنما جو مجاہد طلباء کی رخصتی پر معمور تھے کے اجتماعی دعوات کے ساتھ پشاور سے روانہ ہوئے۔ درہ خیبر کے تاریخی راستے کو عبور کرنے کے بعد پاک افغان سرحد طورخم پہونچے۔ وائرلس کے ذریعہ افغان سرحد پر موجود منتظمین اور مجاہد طلباء وپہرہ دینے والوں کو ہمارے آمد کی اطلاع ہوچکی تھی۔ ابھی ہمارے گاڑی کا ڈرائیور جو خود بھی ایک تجربہ کار مجاہد، کئی خطرناک معرکوں میں شرکت کرچکا تھا۔ پاکستانی حکام کے پاس گاڑی کے کاغذات کے اندراج وغیرہ سرکاری امور نمٹانے میں مصروف تھا۔ کہ سرحد پر لگے ہوئے زنجیر کے دوسرے طرف افغان چوکی وسرحد کے ذمہ دار مولوی امام الدین (جوکہ حقانیہ سے فراغت اور تخصص بھی کرچکے تھے) بمع ڈیوٹی پر موجود طلباء کے استقبال کیلئے پاک سرزمین آکر مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ سرحد پارکرنے کے اموریں ڈرائیور سے تعاون کرکے چند منٹ میں فارغ ہوکر افغانستان کی اس سرزمین میں (جوسولہ لاکھ سے زیادہ شہداء کی خون سے رنگین ہوکر اسکے ثمرات اب مکمل اسلامی نظام کی شکل میں ظاہر ہورہے ہیں) داخل ہوگئے پاکستان اور افغانستان اسلامی اخوت اور بھائی چارے کے ایسے لازوال رشتے میں منسلک ہیں کہ اسکی ایک جھلک ہم نے طورخم کے بارڈر پر دیکھی۔ سرحد پر موجود پاکستانی وافغانی حکام آپسمیں محبت، خندہ پیشانی اور تعاون سے ہر مسئلہ حل کرکے " انما المومنون اخوۃ " کا حقیقی مظاہرہ کرتے رہے۔ ایسا نظرہی نہیں آتا کہ یہ دو مختلف ملکوں کے مختلف حکام ہیں۔ بلکہ ایک ہی جسد اور جسم کے مختلف اعضاء معلوم ہوتے ہیں۔

افغانستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ایک عجیب ساسرور محسوس ہونے لگا جسکا اظہار بزبان قلم ممکن نہیں۔ اسکی وجہ سب ساتھیوں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی یہ خواہش کہ اش اپنی آنکھوں سے کبھی ایسا خطہ دیکھنے کا موقع نصیب ہو جہاں حقیقی اسلام کا نظام ہو۔

بحمدللہ افغانستان کی سرزمین میں داخل ہوکر وہ تمنا پوری ہوتی نظر آئی۔ سرحد کے دونوں طرف

چہل پہل سینکڑوں افغانی اپنے وطن میں داخل ہورہے ہیں بے شمار پاکستان کی طرف آرہے ہیں۔ ہر ایک کے جذبات واحساسات میں اسلامی انقلاب کے آثار وبرکات نمایاں تھے۔ افغان سرحدی حکام مہمانوں کو اپنے دفتر جو گمرگ یعنی (محصول کی ادائیگی کی جگہ کے نام سے موسوم ہے۔) لے گئے۔ یہی وہ افغانستان کی سب سے پہلی سرحدی چوکی ہے جو کسی زمانہ میں کمیونسٹوں کی آما جگاہ اور اسلامی نظام کے آرزومند کے لئے خوف ودہشت کا مرکز اور ایک غریب افغانی کے لئے اسمیں داخلہ شجرہ ممنوعہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ طالبان اور اسلامی نظام کے طفیل ایک دینی مرکز کی حیثیت اختیار کرکے داخل ہوتے ہی ہر طرف دیواروں پر قرآنی آیات اور جہاد واسلامی نظام مملکت پر مشتمل آیات و احادیث لکھے ہوئے نظر آتے ہیں، نہ حاکمانہ رعب داب اور نہ جابرانہ جاہ جلال ہر کمرہ میں انتہائی سادگی سے طالبان فرش پر بیٹھ کر اپنے فرائض کے ادائیگی میں منہمک رہ کر عام وخاص سے انتہائی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔

نماز عصر کا وقت داخل ہوچکا تھا اسی گمرگ ہی میں جماعت سے نماز ادا کی اور طالبان کے اصرار پر چائے پینے کے بعد مجاہدین اسلام کے مزید کامیابیوں کے لئے دعوات کرکے جلال آباد کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا۔ طورخم سے آگے بین الاقوامی شاہرہ کے ابتدائی دوچار کلومیٹر ٹوٹے ہوئے اور بقیہ جلال آباد تک سڑک افغانستان کے دیگر تباہ حال شاہراہوں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ یہیں سے ایک حقیقی واسلامی مملکت کے مقدس حصے کا سفر شروع ہوچکا تھا۔ استاذالحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب جو کہ طالبان کے تحریک میں ابتداء سے ان کے ساتھ شامل رہ کرکئی اہم مواقع پر بھی شریک رہے۔ افغانستان کے حالات طالبان کے جہاد پر عجیب وغریب واقعات اپنے خاص انداز میں سنا کر ہم سب شرکائے سفر کو محظوظ فرماتے رہے۔ قریباً آدھا سفر کرنے کے بعد صوبہ ننگر ہار کے سرسبزوشاداب اراضی کے قطعات سڑک کے دونوں جانب نظر آنے لگے۔ گندم کے کٹائی میں ابھی پندرہ بیس دن باقی تھے تاحد نظر گندم کی اعلیٰ فصل جواپنے عروج پر تھی۔ سبزقالین کی شکل میں چاروں اطراف بچھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس قدر بہترین گندم پہلے اس علاقہ میں کبھی پیدا نہیں ہوئی یہ صرف اور صرف اسلامی نظام کے نفاذہی کا نتیجہ ہے جسکا فائدہ نہ صرف انسانوں کو امن وسکون کی شکل میں ملا بلکہ اسکے اثرات کھیتوں اور باغوں میں بھی ظاہر ہوئے۔ کچھ دیر سفر کرنے کے بعد زیتون جسے قرآن کریم نے "شجرہ مبارکہ" کے نام سے موسوم فرمایا ہے کے بڑے بڑے باغات کا سلسلہ شروع ہوا۔ چاروں اطراف قطار درقطار زیتون کے

سرسبز درخت ایک عجیب منظر کی شکل میں شریعت مطہرہ کے برکات پر گواہی دے رہے تھے جبکہ بعض واقفین حال سے معلوم ہوا کہ کسی زمانہ میں جلال آباد جو صوبہ ننگرہار کا ہیڈکواٹر ہے کئی میل باہر اردگرد کا علاقہ زیتون کے پیداوار کا مرکز رہا، مگر کمیونسٹوں اور ان کے بعد ان کے اعمال پر عمل پیرا قوتوں کے ظلم وجبر اور خونریزی کے نتیجہ میں یہ غیر ذی عقل قیمتی باغات اور فصل بھی ویرانے کی صورت اختیار کرکے آثار قدیمہ کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ کسی زمانہ میں زیتون کے دانوں کو محفوظ کرنے والا بہت بڑا کارخانہ جو کھنڈرات میں تبدیل ہوچکا تھا طالبان نے آمد کے بعد دوبارہ اسکے تباہ شدہ حصوں کی مرمت کرکے اسکو چالو ہونے کے قابل بنادیا تھا۔

ساتھی یہ منظر دیکھنے میں ایسے محو ہوگئے تھے کہ وقت اور سفر کے طول کا پتہ ہی نہ چل سکا اور مغرب کے نماز کا وقت داخل ہوا ارادہ تو یہی تھا کہ صلوۃ مغرب جلال آباد ہی پہونچ کر ادا کریں گے۔ مگر طالبان کے اقتدار میں آنے کے بعد احکام الہیہ کے نفاذ کا ایسا مضبوط سلسلہ شروع ہوچکا ہے کہ نماز کا وقت داخل ہوتے ہی سارا نظام معطل ہوکر تمام لوگ اس اہم فریضہ کے ادائیگی کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اور وہاں کے ہر شہری کی طبعیت ایسی بن چکی ہے کہ نماز کے وقت کسی دوسرے کام کی تکمیل اسکے لئے ناممکن ہوجاتی ہے۔ وقت داخل ہوتے ہی سڑک کے کنارہ ایک کچی اور چھوٹی سی مسجد کے قریب ہمارے ڈرائیوار نے گاڑی روک دی۔ ہر طرف زیتون کے باغات ان کے درمیان پانی کی نہر جاری تھی، ساتھیوں نے وضو وغیرہ سے فراغت کرکے اس مسجد میں نماز جماعت سے اداکردی، اس دوران سڑک سے گزرنے والے ہر قسم کی ٹرانسپورٹ کی سواریاں رک کر اس جماعت میں شامل ہوتے رہے۔ نماز سے فارغ ہوکر پندرہ بیس منٹ سفرکرنے کے بعد جلال آباد کے حدود شروع ہوئے، اندھیرا چھاجانے کیوجہ سے شہر کے قریب گرد نواح تو واضح نہ ہوسکے مگر نزدیک ہونے پر شہر کی روشنیاں نظر آکر رفقاء کے جوش وخروش اور خوشی میں اضافہ فطری عمل تھا کہ وہ سب عملی اسلامی مملکت کے اولین سرحدی شہر میں داخل ہورہے تھے۔ ہمارے آمد کی اطلاع صوبہ کے گورنر اور ڈپٹی گورنر کو دی گئی تھی اس لئے ہم جلال آباد میں پہونچتے ہی سیدھے صوبہ ننگرہار کے سرکاری مہمان خانہ جسے "میلمستون" کہتے ہیں داخل ہوئے۔ مہمان خانہ کے منتظمین جو تمام کے تمام طلباء تھے ہمیں خوش آمدید کہنے کے بعد کمروں میں آرام کرنے لے گئے کچھ ہی دیر بعد صوبہ کے نائب گورنر مولانا صدر اعظم فاضل حقانیہ کو ہمارے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ مہمان خانہ پہونچ گئے۔ ان کو عصر سے ہمارے آمد کا انتظار تھا۔ ہمیں اپنے درمیان پاکر بے حد خوش ہوئے۔ کھانے کے انتظام میں خود مصروف ہوئے۔ اس

دوران ان کو اپنے درمیان بٹھا کر افغانستان کی تازہ ترین حالات جسکے جاننے کے لئے ہم سب بے چین تھے ان سے معلوم کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ افغانستان کے وسیع وعریض خطہ پر پھیلے ہوئے مملکت کے چپہ چپہ کے حالات وواقعات انتہائی تفصیل اور وضاحت سے بیان کرنے لگ گئے۔ ان کی باتوں میں ایک تجربہ کار عالم، مجاہد کمانڈر اور مشاق ماہر میدان حرب کے خصوصیات باتم درجہ موجود تھے۔ چونکہ حالات وواقعات وہ پشتو میں سنا رہے تھے اور بعض ساتھی پشتو سے ناواقف تھے ان کو اردو میں سمجھانے کی ذمہ داری یہاں میں نے اپنے ذمہ لی۔ تمام رفقاء ان کے توکل علی اللہ، اعتماد، انداز گفتگو اور سیاسی فہم وفراست سے بے حد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ گفتگو اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد طالبان نے فرش پر دسترخوان بچھا کر کھانا رکھنے کے بعد دعوت طعام دی۔ کھانے میں بھی وہی شرعی سادگی نہ بے جا اسراف وتکلف اور نہ وہ شاہانہ وحاکمانہ ٹھاٹھ بھاٹھ جو ہمارے جیسے غریب پسماندہ اور اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے حکمرانوں کے ہاں ہر وقت موجود رہتی ہے۔ کھانے کے دوران بھی انہوں نے تحریک طالبان کے اسرار ورموز اور طالبان کے خلاف عالمی سازشوں پر بھرپور روشنی ڈالی۔ اس دوران ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جلال آباد کے گورنر مولانا عبدالکبیر فاضل دارالعلوم حقانیہ ہمارے آمد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے تین بار مہمان خانہ کی چکر لگاکر غزنی کے والی جناب ملا یار محمدخان کے ساتھ اس وقت کسی دوسرے جگہ بعض اہم مسائل کے سلسلہ میں مصروف گفتگو تھے، ہمارے آمد کی اطلاع پاکر انہوں نے مصروفیات معطل کرکے ہمارے پاس آنے کا فون پر ارادہ ظاہر کیا مگر ہمارے اس اصرار پر کہ آپ کے مسائل ہمارے ملاقات سے اہم اور ہم بھی سفر کے تھکن کیوجہ سے آرام کرنا چاہتے ہیں، کل ملاقات ہوگی۔ ان کو مہمان خانہ آنے سے اس وقت منع کردیا۔ مولانا صدراعظم بھی جبتک ہم اپنے کمروں وبستروں میں استراحت کیلئے پہونچے نہ تھے خدمت کے لئے موجود رہے۔ ساتھیوں کے باربار اصرار پر ان کو اپنے معمولات جاری رکھنے کے لئے مہمانہ خانہ سے رخصت کردیا۔

۲۳ کی صبح بندہ وساتھی نماز کے بعد آرام کے غرض سے لیٹ گئے، قریباً گھنٹہ بعد مولوی احمدشاہ نے آکر مجھے اطلاع دی کہ گورنر مولوی عبدالکبیر حقانی کافی دیر سے مہمان خانہ آکر ملاقات کے انتظار میں کمرہ سے ملحقہ برآمدہ میں تشریف فرماہیں۔ باہر نکل کر ان سے ملاقات ہوئی۔ دوسال پہلے جامعہ حقانیہ میں دورحدیث کے طالب علمی کے دوران چہرے پر جو سنجیدگی، متانت، خاموشی اور وقار وفہم وتدبر کے اوصاف نمایاں تھے، اتنے اہم صوبہ کے اہم عہدہ پرفائز ہونے کے بعد اسمیں مزید اضافہ ہوچکا تھا۔ اساتذہ کے آمد کو اپنے اور ساتھیوں کیلئے اعزاز سمجھتے ہوئے باربار شکریہ

ادا کرتے رہے ان دنوں صوبہ ننگرہار سے ملحق صوبہ کنڑ میں بعض شرپسندوں نے علم بغاوت بلند کرکے طالبان کے اسلامی حکومت کو ناکام بنانے کے لئے سر اٹھانے کی کوشش کی اس شورش کو ختم کرنے کی ذمہ داری بھی طالبان کے ارباب حل وعقد نے مولانا عبدالکبیر حقانی کے سپرد کردی تھی، صرف یہی نہیں بلکہ جلال آباد پاکستان سے متصل قبائلی علاقہ خیبر ایجنسی سے بھی بعض افغانی انقلاب دشمن قوتوں نے جلال آباد پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ اتنے اہم محاذوں پر نبرد آزما ہونے کے باوجود مولانا کے چہرے پر کسی قسم کے پریشانی، بے چینی اور اضطراب کے آثار نہ تھے۔ بلکہ اللہ کے ذات پر کامل اعتماد اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کے عزم جیسے محکم عقائد کے اسلحہ سے مسلح ہوکر وہ اور ان کے ساتھی ہر محاذ پر مخالفین کو دندان شکن شکست دینے کے لئے ہر وقت مستعد تھے اور یہی ہوا کہ ہمارے جلال آباد میں چند گھنٹوں کی موجودگی کے دوران اطلاعات موصول ہوئے کہ ہر دو محاذوں پر دشمن خائب وخاسر ہوکر پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوا۔ مہمان خانہ ہی میں مولانا کے ساتھ بیٹھ کر چائے وناشتہ کا سلسلہ مکمل ہوا۔ تمام ساتھی اسی دوران باری باری مولانا سے افغانستان کے جہادی حالات اور تازہ ترین واقعات کے بارے میں سوالات کرتے رہے۔ وہ نہایت مدلل اور پراعتماد انداز سے ہر ایک کی تسلی وتشفی فرماتے رہے۔ ابتدائی ملاقات ہی میں بندہ نے ان کو اسی دن کابل روانگی کا بتایا۔ وہ ماننے کیلئے تیار نہ تھے۔ کہنے لگے دو تین دن تو میرے ساتھ جلال آباد میں رہ کر اطمینان سے اس ولایت اور اس سے ملحقہ ولایات میں آپ حضرات کو اسلامی نظام کے تنفیذ کی جھلک دکھانی ہے۔ مگر ہمارے تدریسی وبعض دیگر مصروفیات جیسے اعذار کا سنکر انہوں نے اس شرط پر اس دن کابل روانگی کی اجازت دی کہ میں خود آپ کو لیکر جلال آباد کے تاریخی وجہادی مقامات دکھانے کے بعد ظہرانہ میرے ساتھ تناول کرکے پھر کابل بعد از ظہر جانا ہوگا۔ ہم نے ان کی تجویز سے اتفاق کرلیا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد برادر محترم حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب نے والی سے تخلیہ میں گفتگو کرنے کی خواہش کا اظہار کرکے بندہ حضرت مولانا فضل الرحیم اور مولانا عبدالکبیر صاحب ایک الگ کمرہ میں بیٹھ گئے۔ افغانستان کے تعمیر نو، تعلیم وتربیت اور بعض دیگر اہم مسائل پر سیر حاصل بحث ہوئی۔

جلال آباد کے اہم مقامات دیکھنے کیلئے مولانا عبدالکبیر صاحب کی سرپرستی میں نو بجے مہمان خانہ سے روانہ ہوئے۔ شہر کے درمیان سے نکل کر کچھ اونچائی پر ایسی جگہ گئے جہاں زیر زمین پانی کی وافر مقدار کو جمع کرکے اس سے تمام شہر کو پانی کی سپلائی کی جاتی ہے۔ مولانا عبدالکبیر نے بتایا کہ طالبان کے جلال آباد کا کنٹرول سنبھالنے سے پہلے یہ نظام بھی بری طرح متاثر ہوچکا تھا۔

یہاں پر موجود محکمہ آب نوشی کے طالب منتظم نے اس پراجیکٹ کے خصوصیات اور افادیت پر ہمیں تفصیلی بریفنگ دی ۔ یہاں سے فراغت کے بعد درختوں اور باغات کے درمیان گھرے ہوئے ایک ایسے کارخانے کی جانب ہم گئے جہاں پر زیتون اور بعض دیگر پھلوں کو جدید طریقے سے محفوظ اور مختلف شکلوں میں تبدیلی جیسے عمل کے ذریعہ ان کو تادیر قابل استعمال بنایا جاتا ہے ۔ اس کارخانہ کے نزدیک پہلے سے موجود اعلیٰ نسل کے گایوں کا ایک بہت بڑا فارم تھا ۔ افغانستان کی ناگفتہ حالات کی وجہ سے یہ تمام جدید کارآمد منصوبے اپنی افادیت کھوچکے تھے ۔ طالبان نے اپنے آمد کے بعد جہاں پر علاقے کا سکون بحال کردیا وہاں معطل اداروں کو دوبارہ فعال بنانے کے لئے اپنے محدود وسائل اور بے پناہ مشکلات کے باوجود ہمہ تن توجہ دے کر جہاں ممکن ہوسکا ادارے بحال کردیئے ۔ یہاں سے ذرا دور جاکر ایسے وسیع وعریض علاقہ میں جاپہونچے جو طالبان کی فوجی چھاؤنی تھی ۔ یہاں پر ہر قسم کے ٹینک درست حالت میں دشمن کے ہر قسم کارستانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے صف بستہ کھڑے تھے ۔ اسکو استعمال میں لانے کے لئے درویشانہ لباس میں ملبوس عمامے پہنے ہوئے ٹینکوں کو چلانے والے ماہر طالبان اپنے کمانڈر کے اشارے پر ہر دشمن اسلام پر عقاب کی طرح حملہ آور ہونے کے لئے ٹینکوں کے قریب خیمہ زن تھے ۔ اپنے والی کے حکم پر ایک طالب نے ٹینک کو سٹارٹ کرکے ہمیں اسکے اوپر بیٹھنے کے لئے بلایا ۔ ہم سب ٹینک کے اوپر بیٹھ گئے ۔ جدید جنگی کرتبوں سے واقف ٹینک چلانے والے طالب نے وسیع وعریض میدان میں اس انداز سے ٹینک چلاکر ہم سب کو حیران بلکہ خوفزدہ کردیا ۔ کہ جدید جنگی مشقوں میں ماہر تربیت یافتہ فوجی بھی اس مہارت سے ٹینکوں کو اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا ۔ یہ شبھات ووسوسے ختم ہوئے کہ طالبان جن کاکام صرف چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن وحدیث کا سیکھنا اور سکھانا ہے ۔ جدید جنگی آلات کو کیسے استعمال میں لاتے ہیں ؟ بلکہ عقیدہ اور بھی مضبوط ہوا ۔ کہ ایک مومن کامل جب اللہ پر پختہ یقین واعتماد کے سہارے اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے دشمن کے مقابلہ میں کمربستہ ہوجائے تو اللہ اپنے وعدہ " ان تنصراللہ ینصرکم " کے مطابق اس کے لئے ٹینک چلانا کیا بلکہ اس سے مشکل ترین آلات حرب کا استعمال بھی سہل فرمادیتا ہے ۔ اس کے بالکل قریب ایک اور فوجی علاقہ تھا ۔ جسکے بارے میں مولوی عبدالکبیر صاحب سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ سویت یونین کے خلاف لڑنے والے سابقہ جہادی قوتوں میں سے ایک حزب کے مجاہدین اور انکے کمانڈر کے زیر کنٹرول ایک قسم کی فوجی چھاؤنی ہے ۔ جنھوں نے طالبان کے جلال آباد آمد کے بعد طالبان کی حمایت کرکے ان کو امن وسکون کی بحالی اور " شریعت مطہرہ " کے نفاذ میں ہر قسم کی تعاون کی نہ صرف زبانی یقین

دہانی کرائی بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا۔ جس پر ان کو طالبان حکومت کے جاری کردہ احکامات کے اندر رہتے ہوئے اپنی سابقہ حالت پر بحال رکھا گیا۔ یہ دیکھ کر اسلامی نظام سے خائف قوتوں کا یہ پروپیگنڈہ بھی لغو ثابت ہوا کہ طالبان خواہ مخواہ افغانستان میں اقتدار کے دلدادہ اور خون خرابے کے خواہشمند ہیں۔ بلکہ ثابت ہوا کہ طالبان کے اسلامی ایجنڈا کو جن قوتوں، کمانڈروں اور گروپوں نے تسلیم کرکے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ طالبان نے ان کو سینے سے لگاکر نہ صرف خوش آمدید کہا بلکہ ان کو شریک اقتدار بھی کردیا۔

اب باری آئی افغانستان کے مفلوک الحال اسلام کے متوالوں اور اسکے نفاذ کے لئے سردھڑکی قربانی دینے کے لیے تیار رعایا کے وسائل اور خزانوں پر عیش کرنے والوں کے عیش کدے دیکھنے کا۔ وقت کی کمی کے باعث صرف ظاہرشاہ کے زمانہ کا والی خانہ یعنی گورنر ہاؤس پہونچے۔ وسیع وعریض اراضی پر پھیلے ہوئے محل کے اردگرد بڑے بڑے لان بنائے گئے۔ اس دور کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک کے ایوان صدر کا اطلاق اگر اس پر کیا جائے مبالغہ نہ ہوگا۔ اصل میں نام ونہاد اسلامی ممالک کے قریباً سبھی عوام کی یہ بدقسمتی ہے کہ ان کے ارباب اقتدار اپنے اسلامی شعائر اور سادگی کو چھوڑنے کے بعد غریب اور پسے ہوئے عوام کے کمائی اور وسائل کواپنے لئے شیرمادر سمجھ کر اس پر عیاشی کرنا اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔ طالبان کا معاملہ بالکل حقیقی شرعی حکومت کے مطابق اوردنیا کے خطے پر پھیلے ہوئے اسلامی ممالک کے ارباب اختیار کے برعکس ہے۔ طالبان نے اس محل کو مقفل رکھ کر امور حکومت چلانے کے لئے ایسے جگہوں کا انتخاب کیا ہے جہاں ہر خاص وعام کی رسائی ممکن ہو۔ جسمیں شاہانہ رعب، بے جا اسراف اور تکبر وافتخار کا شائبہ تک نہ ہو۔ ایسے کئی اور نشانات ومکانات دیکھے جو اپنے سابقہ مکینوں کے عیاشانہ زندگی کے گواہ بن کر آئندہ نسلوں کیلئے سامان عبرت کا نظارہ بنے ہوئے تھے۔ واپس جاتے ہوئے راستہ میں غزنی کے گورنر جناب یار محمدخان صاحب سے جو مولوی عبدالکبیر اور ہمارے ملاقات کے خواہشمند تھے ملاقات ہوئی۔ سارے مہمانوں پر مشتمل یہ قافلہ مہمان خانہ کی طرف روانہ ہوا، وہاں پہونچ کر دوپہر کے کھانے سے فراغت کے بعد مولانا عبدالکبیر سے کابل روانگی کی اجازت مانگ لی۔ دوگاڑیوں کا بندوبست پہلے سے کیا گیا تھا۔ والی صاحب بمع سارے رفقاء ہمیں رخصت کرنے سواریوں تک آئے اور ہم ایک بجہ ظہر ہم کابل روانہ ہوئے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

مفتی ذاکر حسن نعمانی
فاضل دارالعلوم حقانیہ

کلوننگ ـــــ جینیاتی انجینئرنگ میں انقلاب ــــ یا مخلوق خدا کا مذاق

آج کل انگریزی، عربی اور اردو رسالوں میں کلوننگ کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے ۔ بعض اردو رسالوں میں کلوننگ کے اثرات، فوائد اور نقصانات پر لکھا گیا ۔ چنانچہ مجھے بھی اس موضوع پر لکھنے کا شوق دامن گیر ہوا ۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ کلوننگ کی حقیقت سے بالکل ناواقف تھا ۔ اس کوشش میں تھا کہ کہیں سے اسکی حقیقت معلوم ہوجائے تو پھر انشاء اللہ اظہار خیال کروں گا ۔ اس مسئلہ میں مختلف حضرات سے گفتگوہوتی رہی ۔ بالآخر ایک دوست نے لندن سے شائع ہونے والا انگریزی رسالہ " ٹائم " (TIME) دیا ۔ جس میں اسکی حقیقت بیان کی گئی تھی یہ دس مارچ ۱۹۹۷ء کا شمارہ ہے ۔ جناب ڈاکٹر سہیل اسلم جونیئر رجسٹرار کارڈیوواسکولر ایل آر ایچ کا شکریہ اداکرتاہوں جنہوں نے کلوننگ کی حقیقت واضح کرنے میں بھرپور تعاون کیا ۔ کلوننگ کی حقیقت جاننے سے قبل کلون کا معنیٰ معلوم کرنا چاہیئے ۔

کلون (CLONE) :-

THE WHOLE STOCK OF INDIVIDUALS DERIVED ASEXUALLY FROM ONE SEXUALLY PRODUCED ANY OF SUCH INDIVIDUALS.

(CHAMERS CONCISE PG: 181 AVON U.K)

ترجمہ :- ایسے جاندار جوکہ (جب کہ نر اور مادہ بیضہ کا ملاپ نہ ہوا ہو) پیدا ہوں جبکہ اس کا PARENT (والدین میں سے ایک) SEXUALLY (جب نر اور مادہ بیضہ کا ملاپ ہوا ہو) پیدا ہوا۔ اس کو کلون (CLONE) کہاجائے گا ۔ یعنی "ایک اصل بچہ ۔" بعض لوگوں نے کلون کا ترجمہ " ہم شکل " کیا ہے، جو ٹھیک نہیں ۔ ہاں کلوننگ کے عمل کے نتیجے میں جوحیوان پیدا ہوگا وہ اپنے پیرنٹ کے ہم شکل ہوگا۔ گویا ہم شکل ہونا کلوننگ کا نتیجہ ہے ۔ اس لئے بعض حضرات نے کلون کا ترجمہ ہم شکل کردیا ہے ۔

کلوننگ کی حقیقت :- اس عمل کے پانچ مرحلے ہیں ۔

پہلا مرحلہ :- ایک بھیڑ کے رحم سے سیل (خلیہ) لیا گیا اور اس کو کم غذائیت والے محلول (Medium) میں رکھا گیا جس کے نتیجے میں خلیے نے اپنی افزائش اور تقسیم کا عمل روک دیا۔

دوسرا مرحلہ :- ایسا بیضہ جس کے ساتھ ابھی تک نر جرثومہ کا ملاپ نہ ہوا ہو (اس کو غیر بارآور بیضہ بھی کہہ سکتے ہیں) یہ بیضہ ایک ایسی بھیڑ سے لیا گیا جو پہلی بھیڑ سے شکل وصورت میں مختلف تھی ۔ دوسرے مرحلہ کی اس بھیڑ کیساتھ لکھا ہے ۔ (BLACK FACE EWE) یعنی کالی چہرے والی بھیڑ اس بیضہ سے جینیاتی مادہ NUCLEUS+ DNA نکال لیا گیا ۔ اس صورت حال میں یہ خلیہ اپنی تقسیم کے عمل سے روک دیا گیا ، لیکن اس کا وجود قائم رہا ۔

تیسرا مرحلہ :- مندرجہ بالا خلیات کو ایک دوسرے کے قریب لایا گیا اور بجلی کے خفیف جھٹکوں نے ان دونوں کا ملاپ کرایا گیا۔ جسکے نتیجے میں حاصل شدہ خلیے نے اپنی افزائش کا عمل شروع کر دیا۔

چوتھا مرحلہ :- چھ دن کے بعد ان خلیات کی افزائش کے نتیجے میں بننے والے وجود کو ایک تیسری بھیڑ جو پہلی دونوں بھیڑوں سے مختلف تھی کے رحم میں منتقل کر دیا گیا ۔ اور اس نے ایک عام حمل کی طرح افزائش شروع کر دی ۔

پانچواں مرحلہ :- حمل کی مدت پورا ہونے پر اس بھیڑ نے ایک مادہ بھیڑ کو جنم دیا ۔ جو شکل میں اس بھیڑ کے مشابہ تھی جس سے پہلے مرحلے میں خلیہ حاصل کیا گیا ہے ۔ جس کو

(Genetic-Material Doner)

یہ ہے کلوننگ کی حقیقت اس کے لئے 277 تجربات کیے گئے ۔ جس میں 29 کامیاب ہوئے ، لیکن ان میں بھی صرف 29 (EMBRYOS) بنے ۔ پھر ان میں صرف ایک EMBRYO چھ دن تک زندہ رہ سکا جس سے مطلوبہ بچہ پیدا کیا گیا تھا ۔ اور جس سے ڈولی پیدا ہوئی ۔ وہ خلیہ چھ سال پرانا تھا ۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور کلوننگ میں فرق :-

۱)۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں نر اور مادہ کے خلیوں کے ملاپ سے جاندار جنم لیتا ہے ، جبکہ کلوننگ میں صرف نر یا صرف مادہ کے خلیئے کو استعمال کیا جاتا ہے ۔

۲)۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں خلیہ نطفے سے حاصل کیا جاتا ہے ۔ جبکہ کلوننگ میں خلیہ بدن کے کسی بھی حصّے سے لیا جاسکتا ہے ۔

۳)۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کیلئے جو خلیہ حاصل کیا جاتا ہے اس میں کروموسوم کی تعداد

نصف ہوتی ہے ۔ جبکہ کلوننگ کے خلیہ میں کروموسوم کی تعداد پوری ہوتی ہے ۔

۴)۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں ماں باپ دونوں کی خصوصیات ہوتی ہیں ، جبکہ کلوننگ سے پیدا کئے گئے بچے میں صرف (ONE PARENT) کے خصوصیات ہونگی ، اور ون پیرنٹ کے مشابہ ہوگا ۔

نوٹ :- (ONE PARENT) کا مطلب ہے کہ والدین میں سے صرف ایک ۔ کلوننگ سے پیدا ہونے والے بچے کے لئے والدین نہیں ہوتے ، بلکہ نر سے بنے گا یا مادہ سے ۔ اس لئے انگریزی میں ون پیرنٹ کی اصطلاع ہے ۔ مجھے اس کا ٹھیک اردو ترجمہ کہیں نہیں ملا ۔ اس کے لئے ذہن میں ایک مناسب اصطلاع ہے اور وہ ہے " یک اصل " ہر بچہ کے لئے ماں باپ دونوں اصل ہوتے ہیں ، لیکن کلوننگ میں اصل ایک ہوتا ہے ۔

۵)۔ کلوننگ سے پیدا شدہ بچے کی مشابہت اپنے " یک اصل " کے ساتھ ہوگی ۔ لیکن ذہنی صلاحیت کے بارے میں فی الحال کچھ نہیں کہا جاسکتا ۔

کلوننگ اور عقیدہ :-

بعض دین سے نابلد سادہ لوح مسلمانوں کو کلوننگ کے بارے میں سننے سے بڑی تشویش ہورہی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ " انسانی کلون " تیار ہوجائے ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اسکاٹ لینڈ کے سائنسدان ڈاکٹر ولمٹ اور اس کی ٹیم نے کوئی تخلیقی کارنامہ سرانجام دیا ہے ۔ غیراللہ کبھی خالق نہیں ہوسکتا ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد باری ہے " ھل من خالق غیراللہ " ۔ (سورۃ فاطر آیت ۳) کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے ۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں خلق (تخلیق) کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی ۔ بلکہ غیراللہ کو چیلنج ہے ۔ ایک ارشاد ہے ۔ " لن تخلقوا ذبابا " وہ ایک مکھی کو توپیدا کرہی نہیں سکتے ۔ (سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳)

سائنس کی حقیقت :-

سائنس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء ہیں ۔ سائنس ہر چیز کے خواص معلوم کرکے جوڑتوڑ کے عمل کے ساتھ ایک نتیجہ تک پہنچنا چاہتی ہے ۔ کبھی کامیاب ہوجاتی ہے کبھی ناکام ۔ گویا تخلیق نہیں بلکہ مصنوعی عمل سے گزرتی ہے ۔ ناواقف لوگ سائنس عمل اور نتیجہ دیکھ کر تعجب کے بعد سائنسدانوں سے مرعوب ہوجاتے ہیں ۔ بلکہ ان سے ڈرتے بھی ہیں ۔ اس کے مقابلہ جو

خالق حقیقی اور کن فیکون کا مالک ہے اس کی انوکھی تخلیقات کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتے ۔ تاکہ اس کی خلاقیت اور قدرت کے سامنے سجدہ ریز ہوجائیں ۔ جب کسی لیبارٹری میں ہائیڈروجن اور آکسیجن H2O فارمولہ پر عمل کرتے ہوئے پانی تیار کرلیا جائے تو دلوں میں سائنسدان کی عظمت بیٹھ جاتی ہے ۔ حالانکہ ہائیڈروجن اور آکسیجن کا خالق اللہ ہے اور اگر ہائیڈروجن اور آکسیجن گیس بھی لیبارٹری میں تیار کرلیں تو پھر سوال یہ ہوگا کہ ان گیسوں کے اجزاء کہاں سے آئے ۔ آدمی ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ہر شے کا خالق اللہ ہے ۔ تو کمال اللہ کی ذات کا ہوا ۔ لہذا اگر کوئی سائنسدان جنیاتی انجینئیرنگ میں کسی حیوان یا انسان کا خلیات سے کلون تیار کرے تو یہ ممکن ہے لیکن تخلیق نہیں ۔ کیونکہ سائنسدان خلیہ (CELL) نہیں بنا سکتا۔ اور کلون کا اصل خلیہ ہے اور خلیے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ۔

کلون اور تصور گناہ :-

دنیا میں جہاں جہاں انسان بس رہے ہیں ان میں نیکی اور برائی کا تصور ہے ۔ کسی چیز کو اچھا سمجھتے ہیں کسی کو برا ۔ نیکی اور برائی کے مابین خط امتیاز کے لئے مختلف عوامل ہیں ۔ نیکی اور برائی میں تمیز ہم مسلمانوں کے لئے تو شریعت کی طرف سے ہے ۔ لیکن جہاں نہ تو آسمان منسوخ شریعت ہے اور نہ اسلام کو مانتے ہیں ۔ یا منسوخ شریعت پر عمل کرتے ہیں ۔ تو وہ لوگ بھی بعض کاموں کو برا بعض کو اچھا سمجھتے ہیں ۔ نیکی اور گناہ میں یہ فرق کبھی عقلاً کرتے ہیں ۔ عقل کسی چیز کو اچھا سمجھتی کسی کو برا۔اسی طرح کبھی ایک چیز اخلاقی طور پر مناسب ہوتی کبھی نامناسب ۔ کبھی ویسے معاشرے میں لوگ معاشرتی طور پر کسی چیز کو اچھا کسی چیز کو برا سمجھتے ہیں ۔ گویا شروع سے ایک پرانی روایت کا تسلسل ہوتا ہے ۔ رہی یہ بات کہ کسی چیز یا کام کا اچھا یا برا ہونا اس کی وجہ کیا ہے تو اس کا علم صرف اللہ کو ہے وہ حکیم علی لاطلاق ہے ۔ وہی اس کی سب حکمتیں جانتا ہے ۔
ہم اجمالی طور پر اتنا جانتے ہیں کہ ہر گناہ انسانیت کے حق میں دنیا وآخرت کے اعتبار سے مضر ہے ۔ البتہ بعض گناہوں میں حکمتیں اور فوائد بھی ہیں ۔ مثلاً چوری ایک گناہ ہے ۔ چوری وجود میں آئے یا نہ آئے لیکن لوگ مضبوط دروازے ، آہنی گیٹ ، کنڈیاں ، تالے وغیرہ بنارہے ہیں ۔ لوہار اور بڑھئی کو حلال کاروبار ہاتھ آگیا ۔ چور کو سزادینے کے لئے جیل اور پولیس وجود میں آگئی ۔ چوکیدار کونوکری مل گئی ۔ لیکن ان حکمتوں کا یہ مطلب نہیں کہ چوری جائز ہوجائے ۔ اسی طرح جینیاتی انجیئرنگ طب کا ایک وسیع شعبہ ہے ۔ جس کے فوائد بھی ہیں اور کلوننگ اس کا ایک حصہ ہے ۔

ممکن ہے کہ کلوننگ کے کچھ فوائد بھی ہوں جو آج نہیں تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ سامنے آجائیں ، لیکن پھر بھی کلوننگ کواس وقت ساری دنیاجواز کے دائرے میں جگہ دینے کو تیار نہیں اگر معمولی معمولی فوائد کی وجہ سے جواز ڈھونڈی جائے تو میرے خیال میں دنیا کا ہر گناہ جائز ہوکر رہ جائے گا ۔ کیونکہ کوئی گناہ اور برائی ایسی نہیں جس میں کوئی حکمت اور فائدہ نہ ہو ۔ جیسا کہ اوپر چوری کی چند حکمتیں ذکر ہوئی ۔ ایکسیڈنٹ سے بچنے کے لئے کتنے سخت قوانین ہیں حالانکہ ایکسیڈنٹ کے فوائد دیکھیں ۔ زخمی آدمی کو جب کرایہ کی گاڑی میں لے جایا جائے تو ڈرائیور اور گاڑی کے مالک کو مالی فائدہ ملا ۔ دوائی بیچنے والے کی دوائیاں بک گئیں ۔ ڈاکٹر کو تنخواہ مل گئی ۔ اسی طرح ہسپتال کے سارے عملے کو مالی فائدہ مل گیا ۔ ان فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کوئی زوردار مضمون لکھ ڈالے کہ ڈرائیونگ کے تمام قوانین کو بہ یک جنبش قلم منسوخ کردیا جائے تو ساری دنیا یکدم اس مضمون نگار کی مخالف بن جائے گی ۔

کلوننگ کے بارے میں لوگوں کا رد عمل :-

کلوننگ کے بارے میں جونہی لوگوں کو پتہ چلا تو لوگوں کی اکثریت اس عمل کے خلاف ہوگئی ۔ کہ یہ تجربات انسانوں پر نہیں کرنے چاہئیں ۔ یورپی حکومتیں ، مذہبی حلقے اور سنجیدہ قسم کے سب لوگ اسکے حق میں نہیں ۔ رسائل میں اس کے بارے میں مختلف رپورٹیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے عدم جواز پر عوام اور خواص اگر آج نہیں توکل ضرور متفق ہوجائیں گے ۔

کلوننگ کے مفاسد :-

۱) کلوننگ فطری سلسلہ توالد وتناسل کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ۔ اسکے بعد نسل انسانی کو ماں باپ کے ذریعے آگے بڑھایا ۔ میاں بیوی میں ایک دوسرے کے لئے محبت اور رحمت پیدا کردی ۔ ماں باپ کے دلوں میں اولاد کی محبت ڈال دی ۔ پیار ومحبت کا یہ کارواں کشاں کشاں آگے بڑھ رہا ہے ۔ لیکن کلوننگ بالکل اس فطری سلسلہ کے خلاف ہے ۔ ایک کلون اس حیوان کے لئے جس کے رحم میں Embryo رکھا جاتا ہے ۔ کیونکہ حمل کا بوجھ اور بچہ جننا ایک تکلیف دہ عمل ہے لیکن پیدا ہونے والا ایک " اصل بچہ " اس حیوان کا کہلائے گا جس سے خلیہ حاصل کیا گیا تھا ۔ اگر انسانوں پر یہ تجربات کرکے سائنسدان کامیاب ہوگئے تو پیدا ہونے والا بچہ پیدائشی طور پر مادر یا پدر آزاد ہوگا ۔ یک اصل ہونے کی وجہ سے ایک اصل کی محبت سے محروم رہے گا ۔

یا اس کے باپ کا پتہ نہیں چلے گا یا اس کی ماں کا ۔ اس طرح اس بچے کیساتھ یک اصل کے علاوہ دو اور عورتیں بھی شریک ہیں ۔ ان کیساتھ بھی جھگڑے کا قوی احتمال ہے ۔ پتہ نہیں یہ یک اصل بچہ تینوں میں سے کس کے پاس جائے گا ۔ یا تینوں اس کو اس طرح چھوڑدیں گے ۔

۲)۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے انسان سے ہر لحاظ سے مختلف پیدا کیا ہے ۔ ان اختلافات میں نمایاں اختلاف رنگوں کا ہے ۔ کالے انسانوں میں ہر ایک کا کالا رنگ دوسرے سے مختلف ہے ۔ اسی طرح گوروں میں بھی رنگوں کا اختلاف ہے ۔ گندی رنگ والوں میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد باری ہے ۔ " واختلاف السنتکم والوانکم " اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگوں کا الگ الگ ہونا (سورۃ الروم / ۲۲) ان رنگوں کے اختلاف کی وجہ سے سارے انسانوں کی پہچان اور آپس کا امتیاز بڑا آسان ہے ۔ ایک دوسرے کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ۔ اگر کلوننگ کامیاب ہوگئی تو ایک شخص کے اگر سو کلون بنائے گئے تو سب ایک جیسے ہوں گے ۔ جن میں امتیاز انتہائی مشکل بلکہ محال ہوگا ۔

۳)۔ شکل وصورت اور رنگوں کے اختلاف کی وجہ سے مجرم کی پہچان بڑی آسان ہوتی ہے ۔ آج کل اگر مجرم روپوش ہوجائے تو اخبارات میں اس کی شکل کا خاکہ دیا جاتا ہے تاکہ لوگ مجرم کی نشاندہی میں حکومت کی مدد کریں ۔ اگر ۱۰ آدمی اپنے سو سو کلون بیک وقت کرالیں تو ایک ہزار کلون بن جائیں گے ۔ ایک آدمی کے سو کلونز میں سے اگر کسی نے جرم کا ارتکاب کیا تو اس کو روپوش ہونے کی ضرورت نہیں ۔ دوسری طرف اس مجرم کی نشاندہی محال ہوجائے گی ۔ جس کے نتیجے میں روزافزوں جرائم میں اضافہ کے علاوہ کسی مجرم کو سزا نہیں ملے گی ۔ ہاں ایک علاج ہے کہ ایک مجرم کے ساتھ اس کے سارے کلونز سزا بھگتیں ۔ لیکن یہ انصاف کا تقاضہ نہیں ۔

۴)۔ یہ تغیر لخلق اللہ ہے ۔ جو ایک شیطانی فعل ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ " ۔ اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کلوننگ ایک شیطانی عمل ہے ۔ اللہ تعالیٰ جس طریقے سے انسانوں کو جس حکمت کے تحت پیدا فرمارہے ہیں تو کلوننگ اس طریقہ اور حکمت کو بگاڑ کر فساد پھیلائے گا ۔ کیونکہ کلوننگ کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سائنسدان اللہ کی قدرت کا کیسے مقابلہ کرسکتے ہیں ؟ کیا عیاذ باللہ اللہ تعالیٰ اتنے کمزور ہوگئے کہ ان کے کلوننگ کے عمل روک دیں ۔ یقیناً اللہ عزیز ، علیم اور حکیم ہیں ۔ لیکن اس نے سلسلہ اسباب اور خواص جو

بنایا ہے ۔ سبب پر مسبب اور خواص پر اثرات مرتب ہوں اور ایسا ہونا اس کی قدرت اور حکمت وعلم کے منافی نہیں ۔ مثال کے طور پر کوئی کسی کو تھپڑ مارے تو اللہ بدن میں درد پیدا کریں گے ۔ اگر تھپڑ نہ مارے تو درد پیدا نہ کریں گے ۔ لیکن تھپڑ مارنے سے شریعت نے منع کردیا ۔ درد کی نسبت سلسلہ اسباب میں تھپڑ کی طرف بھی صحیح ہے ، اور درد کی نسبت سلسلہ تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہے ۔ اسی طرح کلوننگ کا عمل سلسلہ اسباب میں جب لیں تو اللہ اس کے نتیجے میں ہم شکل پیدا کریں گے ۔ ہاں کبھی اللہ تعالیٰ اظہار قدرت کے لئے سبب پر اثر و مرتب نہیں ہونے دیتے ۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے وہ آگ ٹھنڈی پڑگئی بلکہ گلزار بن گئی ، تو ہر سبب اور علت کا نتیجہ تواللہ مرتب فرمائیں گے ۔ لیکن ہمیں منع کردیا کہ جرائم کا ارتکاب نہ کرو ۔ اس لئے ارشاد ہے ۔(لاتبدیل لخلق اللہ) اللہ تعالیٰ کی پیدائی ہوئی چیز کو بدلنا نہ چاہئیے ۔(سورۃ الروم / ۳۰) ۔

اگر ہم اسباب اور عقلوں کو اختیار نہ کریں تو اللہ نتیجہ مرتب نہ فرمائیں گے ۔

سوال : ھل یجیز الشرع لرجل عقیم ان یستنسخ من طفل خصوصاً اذاکان مثل ہذالرجل یملک المال محیتاج الی الولد ۔ (المجتمع ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ ص ۲۴)

کیا شریعت میں مالدار بے اولاد آدمی کو اس بات کی اجازت ہے کہ اپنا کلون بنوالے تاکہ مال کا وارث بن سکے ؟ ۔

جواب :۔ اللہ تعالیٰ کسی کو بیٹے اور بیٹیاں کسی کو صرف بیٹے کسی کو صرف بیٹیاں عطاکرتا ہے ۔ اور کسی کو بے اولاد کردیتا ہے ۔ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے : خارج میں ان تینوں باتوں کی نسبت ساری مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں ۔ اگر ہر بے اولاد کی کوشش اولاد کے لئے جس طرح بھی ہو خاص کر کلوننگ کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ نے قول " ویجعل من یشاء عقیماً " کا مصداق کون ہوگا ؟ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے اولاد کردیں ۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض انسان بے اولاد ہیں تو اللہ تعالیٰ کے قول کی حقانیت پر یقین پختہ ہوجاتا ہے ۔ رہی یہ بات کہ اللہ کس کو عقیم بنائے یہ کسی کو معلوم نہیں ۔ ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ صاحب اولاد بن جاؤں ۔ لیکن اولاد کے لئے اللہ نے واضح طریقہ (شادی) بتادیا ۔ کلوننگ تو اس فطری اور شرعی طریقے سے کوسوں دور ہے ۔ کلوننگ میں تو قوت مرد اور بلوغ ہونا بھی شرط نہیں ۔ پیدائشی نامرد اور بچے کا کلون بھی تیار ہوسکتا ہے ۔ صاحب اولاد ہونے کے لئے شرعی طور پر رشتہ ازدواج سے منسلک ہونا ضروری ہے ۔ اس کے علاوہ کسی غیر شرعی طریقہ کو اپنانا صحیح نہیں ۔ اولاد پیدا کرنا نہ فرض ہے اور نہ واجب ، نہ سنت ۔

البتہ شادی کرنا سنت طریقہ ہے ۔ بچے پیدا کرنا اللہ کا فعل ہے ۔ اس میں بندہ بے بس اور بے اختیار ہے ۔ زیادہ سے زیادہ اپنے یا بیوی کے بانجھ پن کا علاج کرسکتا ہے تو جو چیز بندہ کی قدرت سے باہر ہو وہ فرض ، واجب یا سنت نہیں ہوسکتی ۔ اور نہ عقیم ہونا کوئی جرم اور گناہ ہے ۔ لہذا صاحب اولاد بننے کے لئے اپنا کلون بنوانا جائز نہیں ۔

مفتی الدیا المصریہ الدکتور نصر فرید واصل کا فتویٰ :-

ان الاجماع قائم من الناحیۃ العلمیۃ والطبیۃ علی استنساخ البشر مرفوض وایضاً من الناحیۃ الاخلاقیۃ ومن الناحیۃ العقلیۃ ومن الناحیۃ الاجتماعیۃ ۔ (المجتمع ۲۲ ذوالعقدہ ۱۴۱۸ھ)

انسانی کلون کے عدم جواز پر علمی ، طبی ، اخلاقی ، عقلی اور معاشرتی طور پر اجماع قائم ہے ۔

خلاصہ :-

کلوننگ طبی دنیا میں کوئی اہم انقلاب نہیں بلکہ انسان کو تختہ مشق بناکر انسانیت کی تضحیک اور توہین ہے ، اس کی مخالفت ہر مسلمان کا فرض ہے ۔ بلکہ ہر انسان کو اس کی مخالفت کرنی چاہئیے ۔

اعلان

معزز قارئین " الحق " وفضلاء دارالعلوم حقانیہ ! اگر آپ میں سے کسی کے پاس شیخ الحدیث مفتی اعظم ، شیخ طریقت حضرت مولانا محمد فرید صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے خطوط ، ملفوظات یا دیگر تحریرات محفوظ ہوں تو براہ کرم درجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمادیں ۔

ڈاک خرچہ وغیرہ بندہ خود برداشت کریگا ۔

(یہ ملفوظات ، مکتوبات (مکتوب الیہ کے حوالہ کے ساتھ) عنقریب کتابی شکل میں شائع کیے جائیں گے ۔

رابطہ کے لئے :

(مولانا) ایاز احمد حقانی
مہتمم جامعہ اسلامیہ فریدیہ کانگڑہ
شبقدر فورٹ ، ضلع چارسدہ

از: عبدالماجد لیکچرار بیالوجی
گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج مانسہرہ

جسم انسانی ایک عجوبہ قدرت

آپ نے شاید دنیا میں کوئی ایسی عمارت نہیں دیکھی ہوگی جو ایک کروڑ ارب اینٹوں سے ملکر بنی ہو لیکن میں آپ سے آج ایسی عمارت کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جو ایک کروڑ ارب اکائیوں یعنی خلیوں (CELLS) سے مل کر بنی ہے۔ اور وہ ہے حضرت انسان کا جسم اور وہ زندہ عمارت جس میں روح انسانی بسیرا کر رہی ہے۔

حقیقت روح کا علم تو ابھی تک نہ تو سائنسدانوں اور ماہرین حیات کو ہوسکا۔ اور نہ ہی دین اسلام نے اسکی زیادہ تفصیل بتائی ہے۔ لیکن جسم انسانی کے بارے میں جدید سائنس کی بدولت کافی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ جو کہ ہمارے ایمان و یقین میں یقیناً اضافہ کا سبب ہوں گی۔

جسم انسانی چھوٹے چھوٹے خلیات سے ملکر بنتا ہے۔ ایک اوسط قدوقامت کے انسانی جسم میں ان خلیات کی تعداد ایک کروڑ ارب کے قریب ہے۔ یہ تمام اربوں کھربوں خلیے ایک ہی خلیے سے بنتے ہے۔ کروڑوں خلیے روزانہ ختم ہوتے ہیں، اور دوسرے خلیے اسی وقت انکی جگہ لیتے ہیں۔ اندازہ ہے کہ ہر سیکنڈ میں خون کے ۱۰ لاکھ سے زیادہ خلیات ختم ہوجاتے ہیں اور اسی تعداد میں نئے خلیات جنم لیتے ہے۔ جسم انسانی میں بے شمار انواع واقسام کے ان کھربوں خلیوں کا آپس میں اتنا اشتراک عمل ہے کہ ہر ایک اپنا کام بڑی ذمہ داری اور صحت کی ساتھ ادا کرتا ہے۔ ہر خلیہ اپنے فرض منصبی کو جانتا ہے کہ کسطرح اسے سارے بدن کی بہتری اور اچھائی کیلئے اپنے حصہ کا کام کرنا ہے۔

یہ انسانی خلیے ایک فصیل بند شہر کی طرح ہے اور مختلف اشیاء کے پیدا کرنے کے لئے مختلف فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں۔ سیل کی توانائی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے بجلی گھروں کی طرح جنریٹر کا کام کرتے ہیں۔ اسی فیکٹریوں میں پروٹین (PROTEIONS) تیار ہوتے ہیں۔ اس تیار شدہ سامان یعنی کیمیائی اجزاء کو جسم کے مختلف حصوں میں پہنچانے کے لئے ایک مواصلاتی نظام بھی ہے خطرہ یا کسی بیرونی مداخلت (Infections) کے سدباب کے لئے دفاعی اقدامات اور احکام صادر ہوتے ہیں۔ خلیئے مختلف شکل جسامت اور مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ ان میں نازک خلیئے بھی ہیں۔ جن کی جسامت ملی میٹر کے ۱۰ لاکھ ویں حصے کے برابر ہے۔ ماہرین حیاتیات کی پہلی

تحقیق یہ تھی کہ سات سال میں پہلے خلیئے ختم ہوکر دوسرے خلیئے پیدا ہوجاتے ہیں ۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ہر گیارہ مہینے بعد کھربوں خلیوں پر مشتمل یہ پورے کا پورا نظام بدل جاتا ہے ۔ بات صرف خلیوں پر ختم نہیں ہوتی ۔ خود خلیوں کے اندر پورا نظام حیات جیسے پچھلے کئی سالوں سے ماہرین حیات نے دریافت کیا ہے ۔ اور جینیات (GENETICS) کی ایک پوری نئی سائنس ابھر کر سامنے آئی ہے ۔ دادا ، پردادا ، نانا پرنانا اور ماں باپ کی یہی جین (Genes) بچے میں منتقل ہوتے ہیں ۔ تو وہ کالا یا گورا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں بھوری ،سیاہ یا نیلی ہوتی ہے ،اس کے بال کالے ، بھورے یا سنہرے ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ ۔ یہ اثرات بچوں تک اسکی کئی پشتوں کے جین لاتے ہیں ۔ ساری خصوصیات ان ہزار جین کے اندر پنہاں ہوتی ہیں جو ایک خلیہ اپنے اندر چھپائے ہوتا ہے ۔ جین (Genens) اصل میں ایک عجیب کیمیائی سالمے سے ترتیب پاتے ہیں ، جو کچھ اس شکل کے لمبے سالمے ہوتے ہیں ۔ جیسے دو کچوے ایک دوسرے میں ستلی کے دھاگے کی طرح لپٹ گئے ہو۔ ہر جانور انسان یا پودے کی تمام ممکنات اس دھاگے کے اندر سموئی ہوتی ہیں اس کیمیائی سالمے کو ڈی این اے (D.N.A) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ جس کو زندگی کا دھاگہ کہنا ناموزوں نہ ہوگا ۔ اس کے کھربوں یونٹ ایک خلیئے میں موجود ہوتے ہیں ۔ (D.N.A) نہ صرف نسل اور جینیات کی کنجی ہے بلکہ یہی وہ قوت ہے جو خلیئے کی تمام افعال کو کنٹرول کرتی ہے ۔ ہر فرد کی پوری زندگی کا لائحہ عمل پہلے ہی سے D.N.A کی ٹیپ میں ریکارڈ ہوتا ہے ۔ جسکی تفصیلات اگر تحریر میں لائی جائیں تو بڑے سائز کے ایک لاکھ صفحات میں سمائیں ۔ D.N.A جس کو دیکھنے کیلئے ایک چھوٹی خوردبین کام نہیں کرسکتی ۔ اسمیں معلومات اور ہدایات کا اتنا عظیم ذخیرہ محفوظ کردینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا وہ عظیم کرشمہ ہے جس کے علم کے بعد اس کی نقل میں آج سائنسدان ماچس کے برابر ایک کمپیوٹر تیار کررہے ہیں جسمیں کروڑوں کتابوں کا مضمون ذخیرہ کیا جاسکے ۔

جسم انسانی کے تمام عجائبات کا بیان تو بہت مشکل ہے چند حیران کن حقائق درج ذیل ہیں ۔

آپ کو پڑھ کر تعجب ہوگا کہ انسانی دماغ میں ۱۵ سے ۲۰ ارب تک نیوران

(Neurons) ہوتے ہیں ۔ نیوران انسانی اعصابی نظام کے خلیوں کو کہا جاتا ہے ، یہ خلیئے ہمہ وقت اپنا کام کرتے ہیں ، حتیٰ کہ نیند کے دوران بھی ان کا کام جاری رہتا ہے ۔ ساری دنیا کا ٹیلیفون نظام بھی اسکے برابر کام نہیں کرسکتا ، لیکن سائنسدان ابھی تک کسی حتمی بات تک نہیں پہنچ سکے کہ ایک انسان کے دماغ کے اندر سینکڑوں کتابوں کی معلومات کسطرح محفوظ ہوجاتی ہیں ۔ ذرا آگے بڑھیئے اور دل کو دیکھئے جو خود چھوٹا سا عضو ہے یعنی تقریباً ۳۰۰ گرام لیکن اسمیں دو پمپ ہوتے ہیں ایک

پھیپھڑوں کو خون کی ترسیل کیلئے تاکہ وہاں آکسیجن جذب کرسکے ۔ دوسرا (پمپ) اس صاف شدہ خون کو سارے بدن میں دوڑانے کیلئے ایک آدمی کی اوسط زندگی میں دل ۳ لاکھ ٹن خون پمپ کرتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ اپنی بجلی خود پیدا کرتا ہے ۔ ایک آدمی سترسال زندہ رہے تو دل ۴ کھرب دفعہ دھڑکتا ہے ۔ اسطرح ایک آدمی کی اوسط زندگی میں پھیپھڑے ۵۰ کروڑ مرتبہ پھولتے اور سکڑتے ہیں ، ایک دن میں اوسطاً ۲۴ ہزار مرتبہ انسان کے پھیپھڑے سکڑتے اور پھیلتے ہیں ۔ انسان کی بنائی ہوئی کوئی مشین نہ ایسی مشقت برداشت کرسکتی ہے اور نہ ہی بغیر مرمت اتنے لمبے عرصے تک اپنا کام جاری رکھ سکتی ہے۔ علیٰ ھذالقیاس انسانی آنکھ میں ایک کھرب سے زیادہ روشنی قبول کرنے والے ریشے ہوتے ہیں۔ انسانی بدن میں خون کی ترسیل کی تمام نالیوں (Blood Vessels) کو اگر ناپا جائے تو ان کی لمبائی ۷۰ ہزار میل لمبی ریلوے لائن کے برابر نکلے گی ۔ انسانی گردے کی لمبائی ۱۲ سینٹی میٹر کے برابر ہوتی ہے ۔ لیکن یہ اندر سے خالی نہیں ہوتا بلکہ ایک ملین یعنی دس لاکھ چھوٹی چھوٹی نیفران ٹیوب پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ رات دن اپنا کام یعنی خون سے فاسدمادوں کے اخراج کا کام جاری رکھتے ہیں ، اور پیشاب میں ان فاسد مادوں کو باہر نکالتے ہیں ۔ انسانی جسم ۳۰ کروڑ کیمیائی اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے اسکی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ اگر آپ ان اعداد وشمار پر مشتمل اجزاء کو لفظوں میں لکھنا چاہیں تو اس سے ۱۰ ہزار ضخیم کتابوں کی ایک لائبریری بن جائیگی اور اس کی تفصیل لکھنا چاہیں تو یہ بہت مشکل کام ہوگا کیونکہ انسانی عقل جسم کے میکانکی نظام کو مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر ہے ۔ یہ سب انسانی جسم میں نظام قدرت کی ہلکی سی جھلکیاں ہیں ۔ اگر ہم صرف اس مکمل نظام پر غورکریں تو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عظمت وشان نظر آتی ہے اور اس نظام کی باریکی اور پختگی کا یہ قدرے اندازہ ہوتا ہے۔ خود انسان کا جسم اور اسکے اندر کی مشین ہی خدائے علیم وخبیر کی قدرت، حکمت اور خلاقی کی روشن دلیل ہے ۔ اسی لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے " وفی انفسکم افلاتبصرون " (کہ اللہ کی معرفت کی نشانیاں تمھارےاندر بھی موجودہیں کیاتم(غور سے) دیکھتے نہیں

ہم جتنا اپنے جسم کے خلیات نظام اور جنینیات کے ضمن میں ان معلومات اور دریافتوں پر غور وفکر کرتے رہیں گے اتنا ہی ہمیں اپنے خالق ومالک کی بے پایاں قدرت کا یقین مستحکم ہوتا رہے گا اور انہی حقائق سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتارہے گا اور اللہ جل شانہ کی صحیح معرفت حاصل ہوگی جوکہ تمام انسانوں کی زندگی کا مقصد تخلیق ہے ۔ بمطابق آیت ۔ وماخلقت الجن والانس الالیعبدون (القرآن) ۔

ع کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

علمی دنیا کی خبریں

تازہ سائنسی تحقیقات وانکشافات
عمل کلون ۔ آسمانی فنگر پرنٹ ۔ نظام شمسی
رضاشاہ پہلوی کا خزانہ

سائنس کی بعض تحقیقات ، مذہب ومعاشرت میں وقتاًفوقتاً اضطراب پیدا کرتی رہتی ہیں ، اس سال کی جس سائنسی تحقیق نے عالم انسانیت میں شوروغلغلہ بپا کر رکھا ہے وہ عمل کلون ہے ۔ اسکاٹ لینڈ کے ایڈن برگ میں روجن انسٹی ٹیوٹ کے سائنس دانوں نے ڈاکٹر ولیس کی رہنمائی میں ایک مادہ بھیڑ کے تھن سے ایک خلیہ لیکر اس سے ایک جین (ڈی این اے) کا جوہر نکالا اور ایک دوسری بھیڑ کے رحم میں نشوونما پانے کے لیے داخل کردیا ، بچہ ہوا تو وہ اسی بھیڑ کا ہم شکل وہم رنگ تھا ، اس کامیاب تجربے کے بعد امریکہ کے ایک سائنسدان نے اسی عمل کا تجربہ بندر پر کیا اور وہ بھی کامیاب ثابت ہوا ۔ اس نے یہ بھی کہا کہ یہ صرف ایک خلیہ تک محدود نہیں ، بلکہ ایک مادہ کے متعدد خلیوں سے بیک وقت متعدد ہم شکل پیدا ہوسکتے ہیں ، وہ بیک وقت آٹھ ہم شکل بندروں کی پیدائش کا منصوبہ بناچکے ہیں ، جانوروں کے بعد اب انسانوں کی باری ہے ، تجربہ گاہوں میں ایک رنگ روپ بلکہ یکساں عقل وعادت کے ہم شکل انسانوں کی پیدائش کی خواہش کا اظہار کیا جارہا ہے ، یہی نہیں ماضی قریب میں موت کی آغوش میں پہنچنے والے ممتاز افراد کی نقل مطابق اصل کی تیاری کی تمنا بھی ہے ظاہر ہے انسانی معاشرہ میں ان بے شمار ہم شکلوں کی موجودگی سے انتشار ، عدم تعارف اور بے شمار ایسے مسائل کا امکان ہے جن سے سماجی اور عائلی زندگی کا شیرازہ منتشر ہوسکتا ہے ۔ اگرچہ سائنسدان اس عمل کے بعض مثبت پہلوؤں مثلاً بڑھاپا اور بعض مہلک امراض کا علاج اور بعض ادویات جدیدہ کی ترغیب دے رہے ہیں مگر اہل نظر کی نگاہ اس نفع قلیل کے مقابل اثم کبیر پر ہے ، چنانچہ مختلف مذاہب کے افراد واداراے اس تجربہ کے خلاف ہیں ، جو خود یورپ کے اکثر ملکوں نے انسانی کلون کی تحقیق پر پابندی عائد کردی ہے ، بعض اسلامی ملکوں میں بھی علماء نے اس کی قباحت ظاہر کی ہے ، گو وہ کلیسا کی مانند زیادہ خائف نہیں ، بعض صوفیہ کے

تذکروں میں عالم مثال میں ہر سو ہم شکلوں کے ظہور کی روایتیں ملتی ہیں، لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ انتشار پسند اور بے سمت مغربی معاشرہ بھی اس تجربہ کے خلاف ہے تاہم مغرب کے ہم جنس اس کے حق میں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ SAMESX کی تخلیق مکرر کی راہ میں یہ تحقیق معاون ثابت ہوگی، نیویارک کے ایک تاجر رنیڈولف وکرنے تو کلون راٹس یونائیٹڈ فرنٹ نامی ایک محاذ بھی قائم کیا ہے، انکا کہنا ہے کہ " عوام کو تخلیق مکرر (REPRODUCTION) کا حق ہے، ہم اسی حق کا دفاع کریں گے، اگر کسی شخص کو اپنے مماثل اور بعینہ اسی شکل کے انسان کی خواہش ہے تو اس کو پیدا ہونے کا حق ملنا چاہیئے "۔

فلکیات میں یہ تازہ انکشاف بھی سائنسی خبروں میں نمایاں رہا ہے جسے " آسمانی فنگر پرنٹ " کا نام دیا گیا ہے۔ عرصہ سے انسان کے ذہن میں آسمانوں سے پرے کال کوٹھریوں (بلیک ہول) کا تصور موجود ہے، اب ان کا وجود ایک حقیقت بن چکا ہے گو ان کی کنہ وحقیقت اب بھی مبہم ہے تاہم کیفیت مجہول نہیں ہے، اب ہبل کی مشہور رصدگاہ میں ایک ماہر فلکیات نے اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر بتایا کہ یہ بلیک ہول ہر بڑی کہکشاں کے مرکز میں واقع ہیں اور یہ گیس اور کوئی مادہ فضلہ کو اپنے اندر بڑی تیزی سے جذب کر رہے ہیں۔ ہبل کے دوربین سے تین بلیک ہولوں کا مشاہدہ کیا گیا، ان میں ایک سورج سے نصف بلین گنا زیادہ وسیع وعریض ہے، پندرہ کہکشاؤں میں چودہ کال کوٹھریوں کا پتہ لگ چکا ہے۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت کے سلسلہ کی اب تک یہ سب سے وقیع مشاہداتی تحقیق قرار دی گئی ہے۔

حیرت کدہ افلاک میں دم دار ستاروں کا ظہور، انسان کی چشم بصیرت کے لیے خاص تجسس کا باعث بنتا رہا ہے۔ عوام خواہ ان ستارون سے خائف ہوں لیکن ماہرین فلکیات ان کے ظہور و دید کے مشتاق ہی رہتے ہیں۔ گذشتہ سال ایک روشن ترین دم دار ستارہ برف کے گولے کے مانند سورج کے مدار میں اس انداز سے طواف ورقص میں مصروف تھا کہ لگتا تھا وہ فنافی الشمس ہوجائے گا، لیکن ایسا ہوا نہیں وہ تقریباً ۴۴ ملین کلومیٹر کے فاصلے پر رہا۔ البتہ اس کی تابانی سورج

کے حدت سے بڑھتی رہی ۔ زمین پر اس کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا گیا۔ جب یہ زمین سے پندرہ ملین کلومیٹر کے فاصلے پر ــــــ ۳۴۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گزرا تو ریکارڈ کے مطابق یہ زمین سے قریب ترین گزرنے والا روشن ترین ستارہ قرار دیا گیا۔ آسمانی ڈھول اور برف اور خدا جانے کن عناصر کا مرکب تارہ اب اس راہ سے دس بیس ہزار سال بعد دوبارہ گزرے گا۔ عین اس کے ظہور کے وقت امریکہ کے دو ماہرین فلکیات ایمن ہیل اور تھومس باپ نے کہکشاں میں ایک اور دم دار ستارہ کا مشاہدہ کیا۔ اور حساب لگاکر بتایا کہ سال، ڈیڑھ سال بعد وہ آسمان دنیا پر اس شان سے ظاہر ہوگا کہ ہر صاحب بصارت اس کا باآسانی نظارہ کرسکے گا۔ اس سال یہ دم دار ستارہ واقعتاً ظاہر ہوا۔ ہندوستان، شمال مشرق کے رخ پر اس کا مشاہدہ کیا گیا۔ ہیل باپ کے ناموں سے موسوم یہ دم دار تارہ اب قابل دید فلکی تماشا دکھا رہا ہے۔ جیسے جیسے یہ سورج سے دور ہوتا جاتا ہے منوں اور ٹنوں کے مقدار میں یہ نامیاتی فضلہ اگل رہا ہے، جو سائنسدانوں کی نظر میں زندگی کے لئے بڑا کارآمد سامان ہے۔ یخ بستہ پانی، ہیڈروکاربن اور دوسرے نامیاتی سالماتی مادوں کی وافر ترین مقدار ہے جو زندگی کی آفرینش کے لیے ضروری ہے۔ یہ تصور تو پہلے ہی تھا کہ ان ستاروں میں برف کو کبھی فضلہ اور کیمیائی عناصر کائنات کی بیرونی سطح پر زمہریری منطقوں میں یخ بستہ رہتے ہیں۔ سورج کی زد میں آنے کے بعد یہی عناصر گرمی سے پگھل پگھل کر خارج ہونے لگتے ہیں۔ اور اسی کو ستاروں کی دم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن دوسرے دم دار ستاروں اور ہیل باپ میں فرق کیا ہے؟ اس کا جواب ہاپکن یونیورسٹی کیلی فورنیا کے ہیرالڈ دیور نے دیا کہ فرق حجم کا ہے۔ ہیل باپ کا حجم ۱۹ سے ۲۵ میل ڈائی میٹر کا ہے۔ اس سے پہلے کسی دم دار تارے کا اتنا قریب سے مشاہدہ نہیں کیا گیا۔ جبکہ اس دم دار ستارہ کی سطح بھی صاف دیکھ لی گئی ہے۔ اسی لئے اس کی دریافت سب سے اہم ہے۔ ڈاکٹر دیور نے ایک سائنسی جریدہ میں یہ بھی لکھا کہ ساڑھے چار لاکھ بلین سال پہلے نظام شمسی کی تشکیل جس کو کبھی بادل کے مادہ سے ہوئی تھی اسی مادہ سے ان دمدار ستاروں کی بھی تکوین ہوئی۔ سورج سے دوری کی وجہ سے ان کا یہ مادہ اب تک غیر متغیر اور اصل شکل میں موجود ہے اب اگر ان کی علم میں کامیابی حاصل ہوتی ہے تو یہ جواب باآسانی مل جائے گا۔ کہ اس نظام شمسی کی تشکیل میں کن عناصر کی شمولیت تھی۔

علم سموات اور تخلیق انسانی کی ہوش ربا داستانوں سے الگ یہ خبر بھی عبرت اثر ہے۔ کہ

گذشتہ دنوں ایران میں رضاشاہ پہلوی کے اس عدیم المثال خزانہ کی ایک نمائش بینک ملی میں ہوئی جس کی بنیاد پر سابق شاہ نے ۱۹۶۷ء میں خود کو شاہ شاہان کا لقب دیا تھا۔ اس نمائش میں تخت طاؤس اور تاج کیکاؤس نے ملوکیت رفتہ اور جمہوریت موجودہ کا فرق بھی اہل نظر پر واضح کر دیا۔ بینک ملی کی طلسماتی عمارت میں الماس، یاقوت، زمرد، نیلم، موتی اور جوہرات ہزاروں کی تعداد میں نگاہوں کو خیرہ کررہی تھی۔ دنیا کے تمام تراشیدہ ہیروں کا قریباً یہ نصف حصہ تھا اور اخروٹ سے بڑے زمرد دنیا کے کسی تاریکی کو منور کرسکتے تھے۔ اس میں ۵۰۰ قیراط کا دنیا کا سب سے بڑا یاقوت بھی تھا۔ دریائے نورنامی گلابی اور بے داغ جوہر جو ۱۷۵ سے ۱۹۵ قیراط وزنی تھا۔ خاص طور پر مرکز نگاہ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر جواہرات سے مرصع تخت طاؤس تھا جو نادر شاہ کے ہاتھوں سے دہلی سے ایران گیا تھا۔ اپنی تابانیوں کے پس منظر میں کتنے سیاح بختوں کے داستان بھی سنا رہا تھا۔ ایک اور اہم اور قابل دیدشےایسا گلوب بھی تھا، جس میں زمین کی تمام سمندروں کو زمردوں اور براعظموں کو یاقوت، نیلم جیسے ہیروں سے مرصع کرکے دکھایا گیا تھا۔ ۵۱ ہزار سے زیادہ جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس الف لیلوئی خزانہ کے ایک ماہر محمد علی قہرمانی قار چار نے کہا کہ شاہ کے متروکہ اس خزانہ کی اصل قیمت لگانا بڑا دشوار ہے، کیونکہ اس میں ایسے جواہر ہیں جو پہلے کبھی بازار میں آئے ہی نہیں۔

متاع دینوی خواہ کیسی ہی مزین اور خیرہ کن ہو۔ بحرحال پرفریب ہے جسے اسلام کی دولت حاصل ہے وہی حقیقتاً صاحب ثروت ہے۔ محمد علی کلے اور مائیک ٹائسن دنیا کے وہ نامور مکے باز ہیں جن کو اسلام کی دولت بھی حاصل ہوئی۔ اب ایک خبر سے معلوم ہوا کہ برطانیہ کے سابق باکسنگ چیمپین کرس لیو بینک نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام حمدان رکھا ہے۔ وہ دو سال سے اسلام کے مطالعہ میں مصروف تھے اور آخر کار اسکی حقانیت پر ایمان لے آئے۔

(بشکریہ معارف)

حافظ عرفان الحق حقانی

اسلام میں عورت کا معاشرتی مقام

تاریخ کے اوراق اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ آفتاب اسلام کے ضوفشانی سے قبل عورت دنیائے انسانیت میں پستی اور ذلت کے ایک عمیق اور تاریک ترین جہنم میں تھی۔ اسے جسد انسانی کا ایک ناپاک عضو قرار دیا جاتا تھا۔ انسانی سوسائٹیوں میں اسے حیوانوں سے بھی بدتر تصور کیا جاتا تھا۔ آزادی فکر ورائے مردوں کے لئے مخصوص تھی۔ یورپ جو آج تہذیب وتمدن کے بلند وبانگ نعرے لگاتا پھرتا ہے اور تہذیب کے سربراہی کا دعویٰ کرتا ہے چھٹی صدی کے آخر میں اس بات کے ماننے کیلئے تیار ہوا کہ عورت بھی ایک سانس لینے والی ذات ہے، اور یہ خاوند کی خدمت کے لئے مخلوق کی شکل میں پیدا ہوئی ہے۔ اسلام سے قبل یہودی مذہب میں عورت کا نکاح میں لینا اس طرز پر ہوتا جس طرز پر جانوروں کی خرید وفروخت ہوتی ہے مہر اس عورت کی سر کی قیمت سمجھی جاتی۔ ہندو مذہب میں عورت کے لئے خاوند خدا کا درجہ رکھتا ہے۔ آج تک ہندو مذہب میں عورت اپنے خاوند کو سجدے کرتی ہے۔ اسی طرح عربوں میں بھی عورتوں سے متعلق غیر انسانی باتیں اور وحشیانہ خیالات رائج تھے۔ اس معاشرے میں بیٹیاں باعث عار سمجھی جاتی تھیں، اور پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دی جاتی تھیں۔

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر	تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھے شوہر کے تیور	کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جاکر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی	جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

داماد کا نام گالی بن گئی تھی ایک عورت کے بیک وقت مختلف اور بے شمار خاوند ہوتے تھے حتیٰ کے باپ کے منکوحہ کو اپنے لیے جائز قرار دیتے۔ جاہلیت کے اس فعل قبیح پر یہ حدیث شریف دال ہے۔

عن البراء بن عازب قال مربی خالی ابوبردہ بن نیار ومعہ لواء فقلت این تذهب قال

بعثنی النبیؐ الیٰ رجل تزوج امراۃ ابیہ اتیہ براسہ (مشکوٰۃ)

اور اسطرح فطرت کا یہ حسین شہکار توہین و ذلت اور حقارت کا شکار ہورہا تھا۔ جبکہ عورت غلامی کو اپنا تقدیر سمجھ کر صبرو شکر سے زندگی کے دن گزار رہی تھی۔ ایسی تاریکی میں اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اسلام نے عورتوں کو وہ اعلیٰ اور برتر مقام عطا کیا جس پر آج تک دیگر مذاہب انگشت بدنداں ہیں،۔ عورتوں کو تمام جائز حقوق دیئے گئے کیونکہ اسلام ایک فطری دین تھا۔اس لیے اسکے حقوق بھی فطری تقاضوں کے مطابق ہیں۔ اسلام نے دنیا کو دکھا دیا کہ مرد و عورت دونوں ایک جنس ہے اور یہ کہ عورت انسانی معاشرے کا اہم جز ہے۔ زندگی کی جلوہ آرائیاں صرف عورت کے وجود کی مرہون منت ہیں۔ عورت کتاب فطرت کا اہم باب اور سلسلہ تخلیق کی اہم کڑی ہے۔

ع وجود زن سے ہی تصویر کائنات میں رنگ

اسی کی ساز سے ہی زندگی کا سوزدروں

مردوں کو عورتوں پر کسی قسم کے ناجائز حقوق حاصل نہیں ہیں۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ترجمہ :۔ اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کاان پر حق ہے۔ دستور کے موافق مردوزن جب شادی کے بندھن میں جڑجاتے ہیں تو ان کے ایک دوسرے پر برابر کے حقوق ہیں۔ اور زندگی کے سفر میں یہ ایک دوسرے کے لئے محتاج ہیں۔ایک دوسرے مقام پر آیا ہے۔

وعاشروھن بالمعروف ترجمہ :۔ اور عورتوں کیساتھ معاشرت کرنےمیں نیکی اور انصاف کا خیال رکھو (یعنی بات چیت، اخراجات اور شب باشی میں خوبصورتی سے کام لو۔یہاں تک کہ قرآن مجید میں " النساء " کے عنوان سے ایک مستقل سورۃ نازل کرکے اللہ تعالیٰ نے عورت کواہم شئی قراردے دیا۔ اسلامی معاشرے کے قیام کے بعد پہلی بار کسی معاشرے میں عورتوں کے حقوق کوقانونی تحفظ دیا گیا او پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیات طیبہ نے ان پر عمل درآمد کی ایسی سنہری مثال قائم کردی جس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی ہے۔

اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیئے ان میں سے کچھ یہ ہیں :

(۱) بیٹیوں کو بیٹوں کی طرح عزیز سمجھنے کی تلقین (۲) وراثت میں عورت کا حق

(۳) حصول علم کا حق (۴) شادی کے لئے پسند وناپسند کا اختیار

(۵) عورت کی خوشی کا احترام (۶) حقوق ادانہ کرنے کی صورت میں عدالت سے علحیدگی کیلئے رجوع کا حق وغیرہ۔ ماں، بہن، بیوی، بیٹی ہر شکل میں اسلام نے عورت کوعزت کا مقام عطا کیا۔

ماں کو خصوصی عزت سے نوازا گیا۔ اور بتایا گیا کہ باپ کے بھی اولاد کے اوپر حقوق ہیں لیکن ماں کے حقوق زیادہ ہیں۔اور اسکی وجہ قرآن کریم نے ارشاد فرمائی: حملته امه كرها ووضعته كرها۔ حدیث میں آتا ہے کہ الجنت تحت اقدام الامهات جنت ماؤوں کے قدموں کے نیچے ہے۔ بیٹیوں کو رحمت قرار دیا گیا۔ بیوی کی تعریف یہ کی گئی کہ وہ مرد کے لئے اس کشمکش گاہ عالم میں تسکین و تسلی کی روح ہے۔

ومن ايته ان خلق لكم من انفسكم ازواجاً لتسكنواليها وجعل بينكم مودة ورحمة

ترجمہ:۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خود تمھاری جنس سے تمھاری بیویاں پیدا کیں ،کہ تم انکے پاس پہنچ کر تسلی پاؤ اور اسی نے تم دونوں کے درمیان لطف و محبت پیدا کیا۔

اسلام سے پہلے کسی نظام یا قانون نے عورتوں کو میراث کا حق نہ دیا۔ بلکہ عورت کو نکاح میں لینے کے بعد اس کا اپنا مال بھی خاوند اپنے قبضے میں لے لیتا۔ اسلام نے سختی سے یہ ظلم بند کر دیا۔ اور بتادیا کہ عورتوں کا اپنا مال چاہے وہ اپنے باپ کے گھر سے لائی ہوئی ہو یا خاوند کے گھر میں کمائی ہو اسی کا حق ہے۔ اسلام نے میراث میں عورتوں کے حقوق مقرر کئے۔ عورت کے لئے خاوند پر نان نفقہ اور رہائش کے لئے مکان لازم کر دیا۔ عورتوں کو حصول علم کا حق حجاب کی رعایت کے اندر دیا گیا۔ حصول علم سے مراد دینی طریق تعلیم ہے۔ نہ کہ وہ مغربی طرز تعلیم جسے ہم آج فلاں وسعادت کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ جس میں مخلوط تعلیم کے ذریعہ سے مسلمان عورتوں کو اسلامی تعلیم سے بے بہرہ کیا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسکا نقشہ اس طرح کھینچا ہے

ع لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ
روش مغربی ہے مد نظر وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ

ایک دوسری جگہ پر اس طرز تعلیم کے رد عمل کو ایسا بیان کیا:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

اسلام نے عورت کو شادی میں پسند کا اختیار دے کر اسکے اذن کے بغیر اسکی شادی کرنے سے منع کر دیا۔ حتیٰ کہ اسے اپنے نفس کا اختیار خود دے دیا۔

اسلام سے پہلے یہودی مذہب میں معمولی سے معمولی بات پر بھی طلاق دیا جاتا تھا۔ عیسائیت میں طلاق زہر سمجھی جاتی تھی۔ اور جب تک عورت کے عصمت پر شک نہ ہوتا تو طلاق نہیں دیتے تھے اسی طرح ہندومذہب میں طلاق بہت بڑا عار سمجھاجاتا۔ اس سختی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغربی تہذیب نے عورتوں کو ایسی آزادی دی کہ اخلاق کا جنازہ نکالاگیا۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے اسلیئے طلاق لینی چاہی کہ اس کے خاوند نے اس عورت کے محبوب کے کتے کو بری نظر سے دیکھا اور اسے بھگایا۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے متوازن اور معتدل راستہ اختیار کیا اور بتایا کہ مرد وعورت کے تعلقات جنسی تسکین یا نفس پرستی کو پورا کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے مابین یہ رشتہ پکا بندھن ہے۔ اسلام نے مرد وعورت کوکسی قسم کے کمی بیشی پر تحمل اور برداشت کرنے کی تعلیم دی۔ اگر عورت پھر بھی بدمزاج ہو تو قرآن کا ارشاد ہے !

"فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن فان اطعن فلاتبعوعليهن سبيلا"

ترجمہ:۔ توچاہیئے کہ اسے سمجھاؤ پھرخواب گاہ میں ان سے الگ رہنے لگو۔ اور انہیں کچھ مار بھی سکتے ہو پھر اگر وہ تمھارا کہامانتے لگے تو ایسا نہ کرو کہ بلاش کروان پرالزام دینے کے بہانے۔ اگر بات اس پر بھی ختم نہ ہوتو پھر طلاق دینے کی اجازت دی گی۔ طلاق کے بعد بھی اسلام نے عورتوں کے حقوق کااتنا پاس کیا کہ اسے عدت کے دوران نان نفقہ اور رہائش دینا اس کا حق قراردیا۔

اسطرح اگر مردعورت کے ساتھ زیادتی کرے تو اسلام نے اسے خلع کا حق دیا۔ تاکہ مرد اسے اپنی زیادتیوں کا نشانہ نہ بنائے۔ غرض اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں عورتوں کے حقوق کا تعین کررکھاہے۔ اوریہی وجہ ہے کہ مختلف یورپین ممالک جرمنی، امریکہ وغیرہ میں عورتیں اسلام قبول کررہی ہیں۔ ایک جرمن سکالر "فہ بجلنڈ مورش" نے جرمن عورتوں کے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اسلام وہ تنہا مذہب ہے جو اخلاقی تعلیمات پرزوردیتاہے اور بحیثیت انسان کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق عائد کرتاہے۔ اس لئے جرمن عورتوں نے اسلام کو اپنا ضرورت تصور کیا اور اسکی تعلیمات کی روشنی میں اپنے مشکلات کا حل پایا۔ جرمنی کی ایک مشہور گلوکارہ جواب مشرف بہ اسلام ہوکر تائب ہوچکی ہے۔ اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ بتاتی ہے کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو کہ عورت کے فطرت سے واقف ہے۔ اسکے حقوق کا محافظ اور اسکے احترام کا ضامن ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کی راحت کی خاطر قوانین وضع کیئے اور اس کو بربادی سے بچانے کے لیے ضابطے مقرر کیئے۔ (والفضل ماشهدت به الاعداء)

"مرثیہ فارسی"

برسانحۂ ارتحال شیخ التفسیر حضرت العلامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحبؒ نوراللہ مرقدہ

بس بدر کامل اے فتیٰ بہر شب دیجور بود

نتیجہ فکر: حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

رفت آن امام عارفان، کز عشق رب معمور بود ۔ او زاہد از دنیا بدے بریاد حق مخمور بود

شیدائے ختم المرسلین، کارش بدہ بس فکر دین ۔ بر فضل رب العالمین، بر فیض حق گنجور بود

آں شیخ تفسیر قرآن، آں مقتدائے عالماں ۔ گو مثل او اندر جہاں، ہر وقت خود مستور بود

استاد او سیّد بداں، حضرت حسین احمد بداں ۔ عاشق باو بیحد بداں پروانہ آں نور(۱) بود

یک عارف وکامل ولی، او نائب احمد علی ۔ کو بود در عالم جلی درچار سو مشہور بود

او سالک راہ صفا او صاحب مہر و وفا ۔ بس بدر کامل اے فتیٰ بہر شب دیجور بود

اقلیم زہد و اتقاء مصروف فریاد وبکا ۔ از ہجر آں مرد خدا کز نام وشہرہ دور بود

ہر چشم شد پر آب و نم بر مرگ آں صاحب کرم ۔ ہر شخص تصویر الم از درد دل مجبور بود

افسردہ اقلیم سخن پژمردہ باغ علم و فن ۔ بس انجمن در انجمن آواز نفخ صور بود

اے ہاتف غیبی زرا تاریخ رحلت گو مرا ۔ سال فراق دلربا کاں شاہد منظور بود

گفتا نو شتم سال او فانی چہ خوشتر حال او ۔ اسم محمد قال او با صیغۂ مغفور بود

۹۲ ۱۳۲۶

---

(۱). مراد از نور مجازاً چراغ است و دریں اطلاق تلمیح است بنام تاریخی شیخ الاسلام مولانا سید احمد مدنیؒ و اشارہ است بنام تالیف لطیف وکتاب آخرین حضرت قاضی صاحبؒ کہ مشتمل است بر سوانح حضرت شیخ الاسلام واو را بنام تاریخی حضرت شیخ کہ چراغ محمد امت مسمّی کردہ بود۔ (فانی)

ضروری اطلاع

معزز قارئین ماہنامہ "الحق" اور مقالہ نگار حضرات سے گزارش ہے کہ پرچہ سے متعلق جملہ ڈاک، مضامین یا کوئی بھی شکایت ہو تو مدیر اعلیٰ مولانا سمیع الحق صاحب، مدیر حافظ راشد الحق سمیع یا ناظم شفیق فاروقی و نثار محمد سے رابطہ کریں۔ انکے علاوہ کسی اور ذریعہ سے رابطہ نہ کریں ورنہ ادارہ جواب دینے اور مضمون وغیرہ شائع کرنے سے معذور ہوگا۔

(شکریہ۔ ادارہ)

حافظ راشدالحق حقانی

ذوق پرواز

قسط (۶)

سفر نامہ یورپ

وہ مشت خاک ہوں، فیض پریشانی سے صحرا ہوں
نہ پوچھو میری وسعت کی، زمین سے آسماں تک ہوں

میں صبح دس بجے انڈر گراؤنڈ کے آخری اسٹیشن پر پہنچا۔ جہاں پر بس سٹینڈ تھا۔ میں نے ٹکٹ لیا، رات کو دس بجے پیرس سے لنڈن کے لئے روانہ ہونا تھا۔ سٹیشن سے واپسی کے بعداب میرے پاس تقریباً ۵، ۶ گھنٹے تھے جس میں میں نے باقی پیرس کے مشہور مقامات دیکھے۔ مثلاً "نوٹرے ڈیم" کا تاریخی چرچ اور کئی دیگر تاریخی جگہوں پر حاضری دے کر اپنے ہوٹل واپس پہنچا۔ تقریباً تھوڑے دنوں میں ہی میں نے پیرس شہر کو" سر "کرلیا۔ اگر چہ اس" نگارخانہ عالم" میں بہت کچھ دیکھنے کے قابل تھا خصوصاً اس کا تاریخی ڈزنی لینڈ، لیکن تنہائی و بے زبانی اور سم وراہ نہ ہونے کی وجہ سے اور دیگر" اعذار" کی بناء پر میں نے عروس البلاد کو الوداع کہہ ہی دیا۔

ہم بھرے شہروں میں تنہا ہیں نجانے کس طرح
لوگ ویرانوں میں کرلیتے ہیں پیدا آشنا

اور ویسے بھی ایک جہاں گرد اور آوارہ گرداور" بندہ صحرائی" کیلئے بھلا پیرس کا سحرفسوں، حسن وجمال، دلفریب مناظر، روشنیاں اور دلکشی وغیرہ کہاں پاؤں کی بیڑیاں بن سکتی تھیں۔۔ اتنا بڑا فرانس، وسیع وعریض شہرپیرس اور صرف چار دن کا قیام یقیناً قارئین میرے متعلق سوچیں گے۔کہ

ع دیوانہ گر نہیں ہے تو ہوشیار بھی نہیں

رات کو میں اپنے وقت سے کافی پہلے سٹیشن پہنچ گیا۔ کیونکہ اندھیرا چھانے والا تھا اور عروس

البلاد پیرس میں غنڈوں ، بدمعاشوں کا" راج " شروع ہونے والا تھا۔میں سٹیشن پہنچ کر اپنا بس نمبر اور پلیٹ فارم ڈھونڈنے لگا۔ بالآخر اپنے "بار گراں " سمیت مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔ جب نگاہ اٹھائی تو ان گنت راستوں کے مسافر اور اجنبی اپنے اپنے ٹھکانوں کوجانے کے لئے شہرپیرس کی اس " شاخ" (سٹیشن) سے اڑنے کیلئے جمع ہوگئے تھے۔ اور تھوڑی دیر بعد یہ اجنبی" پرندے" مختلف سمتوں میں اڑتے چلے جارہے تھے یہاں ایک عجیب منظر تھا کوئی آرہا تھا اور کوئی جارہا تھا ، خوشی اور مسرت اور وصال کے ساتھ ساتھ ہجروفراق کے دلدوز مناظر بھی تھے۔کوئی رورہا تھا اور کوئی ہنس رہا تھا۔ جدائی اور ملن کا یہ کھیل تو روز اول ہی سے جاری ہے۔اس معمورۂ دنیا میں ہر کوئی مسافر اور پابہ رکاب ہے۔ اور صبح حشر تک دھوپ چھاؤں کا یہ سفر رواں دواں ہوگا۔ اپنا دل بھی اپنوں سے دوری یادوطن اور پردیس کی" "ٹھوکروں" سے بھرآیا۔بس سٹیشن میں ایک ایشین شخص پر نظر پڑی۔ بڑے میاں کے پاس جاکر سلام کیا۔ اور ان سے بس کے جانے کا وقت دریافت کیا۔اس کے بعد تو یہ آدمی میرے ساتھ سائے کی طرح لگ گیا۔ آخر رات دس بجے بس روانہ ہوئی سب کے پاسپورٹس وغیرہ چیک کئے گئے۔ جب میں بس پر چڑھنے لگا تو کنڈیکٹر نے بورڈنگ کارڈ طلب کیا۔میں بورڈنگ کارڈ کا سن کر حیران رہ گیا کہ ہوائی جہاز کی طرح بس میں بھی بورڈنگ کارڈ کی ضرورت پڑتی ہے۔ بہرحال بورڈنگ کارڈ حاصل کرلیا۔آخرکار بس نے پیرس کی شاہراؤں پر دوڑنا شروع کیا۔ ہرچیز پیچھے کی طرف ہم سے رہتی چلی گئی۔ جاتے جاتے میں نے شہرپیرس پر ایک الوداعی طائرانہ نظرڈالی۔کہ معلوم نہیں پھر کب اس" خرابے" میں سے اپنا گزرہوگا۔پیرس علم وادب ،فن وثقافت کا شہرہے۔کئی عرصہ سے جناب ڈاکٹر حمیداللہ صاحب مدظلہ کے مضامین "الحق " اور دیگر رسالوں میں پڑھتا رہا۔ دل میں خواہش تھی کہ آپ جیسی علمی شخصیت سے پیرس میں ملاقات ہو۔ لیکن معلوم نہیں ہوسکا کہ ان دنوں آپ کہاں پر ہیں ؟ اور دل میں صرف حسرت ہی رہ گئی۔ بڑے میاں کی سیٹ بھی میرے ساتھ ہی تھی۔یہ دراصل پاکستانی تھے ، برٹش پاسپورٹ ہولڈرتھے ، سعودی عرب سے انگلینڈ جارہے تھے۔انہوں نے پوری دنیا کی خاک چھانی تھی ۔سارے راستے مجھے اپنے معلومات سے "نوازتے" رہے۔ پورے یورپ کا جغرافیہ ، ملکوں کی تعداد ، یورپین اقوام کی تاریخ اور نجانے کیا کیا اسکے متعلق مجھے سناتے رہے اورمیں" جبراً اورطوعاً وکرہاً "سنتا رہا۔میں نے مجبوراً بڑے ہونے کے ناطے" سر تسلیم خم "کیا تھا۔ اوران کی ہر بات پر سرہلاتا رہا ، چند لمحوں بعد یہ محترم سوگئے اور تھوڑی دیر بعد بس ان کے خراٹوں سے" لرز" اٹھی اور یہ آواز آہستہ آہستہ گونج کی صورت اختیار کرتی گئی۔ بس کے لوگ حیران وپریشان اس آفت ناگہانی پر ۔ ۔ ۔ ۔

ہ<۹

۔ یہ لوگ تو دوسروں کے آرام کا بہت خیال رکھتے ہیں ۔ اب لوگوں نے مجھے اس بڑے میاں کا" وارث " سمجھ کر گھورنا شروع کیا ۔ کہ شاید یہ کچھ اپنے بزرگ کو سمجھائیں ۔ میں نے ہرچند بہت کوشش کی لیکن یہ باز نہیں آئے ۔ میرا ہر" تازیانہ" بے سود رہا ۔ آواز مزید آہستہ آہستہ تیز سے تیز تر ہوتی گئی ۔ اور " ناقوس وجرس" کی " فریاد" کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا ۔ میں ادھر شرم کے ہاتھوں پانی پانی ہورہا تھا۔ نجانے لوگ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہونگے ؟ آخر رات کو ۲ بجے بس پٹرول پمپ میں ریفرشمنٹ کے لئے رکی تو چند لڑکے میرے پاس اس بڑے میاں کی شکایت کرنے کے لئے آگئے ، کہ تم اپنے بڑے کو سمجھاؤ کہ یہ "ظلم و ستم" کا باب بند کردیں ۔ میں نے ان پر اپنی پوزیشن واضح کی کہ میں خود" ناکردہ گناہ" کی سزا بھگت رہا ہوں اور میں نے ان سے اپنی " برآت " کا اعلان کردیا کہ میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں ۔ اگر آپ لوگ اس کو سمجھا سکتے ہیں تو یہ مجھ پر بھی احسان ہوگا ۔ وہ لوگ بہت ہنسے اور پوری بس کو اصل صورتحال بتائی ۔ اور یوں اپنی اس قطع تعلقی کی بناء پر سرخروئی میرے حصے میں آئی ۔بس تقریباً چار گھنٹے فرانس کے حدود میں چلتی رہی ۔ باہر اندھیرا تھا لیکن بہرحال یورپ کی روایتی ہریالی وشادابی کچھ کچھ نظر آرہی تھی ۔ ہمارا یہ سفر اونگھتے ، جاگتے کسی نہ کسی طرح کٹ گیا ۔ اور بس بندرگاہ میں داخل ہوئی ۔ فرینچ ایمگریشن عملہ نے نہایت خوش اخلاقی سے مسافروں کے پاسپورٹ بس کے اندر ہی چیک کیے ۔ اب فرانس کی سرزمین (منزل) کو چھوڑ کر میرے سامنے ایک نئی منزل مجھے اپنی آغوش میں لینے کیلئے بے قرار تھی ۔

ع صد بیاباں بگذشت ودیگرے در پیش

اب میرا باقی سفر سمندر کے تلاطم خیز موجوں کے سینے پر تھا ۔ میں نے انگلستان جانے کے لئے ٹرین اور ہوائی جہاز کی بجائے سمندری جہاز کو ترجیح دی ۔ کہ" برکو مسخر" کرلینے کے بعد اب بحر میں بھی کچھ" طبع آزمائی" کی جائے ۔

دشت تو دشت تھے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

یہ سفر میری زندگی کے یادگار سفروں میں سے تھا ۔ جس کا ایک ایک پل اور ایک ایک لمحہ میرے لئے یادگار ہے ۔ سمندری جہاز ایک بارونق شہر کا منظر پیش کررہا تھا ۔ رنگ ونور کی کہکشاں جیسے سیاہ سمندر میں اتر آئی ہو ۔ ایک گھنٹہ انتظار کے بعد بس سمندری جہاز میں داخل ہوگئی ۔ بحری " بیڑہ" کے نچلے حصہ میں گاڑیوں ، موٹرکاروں اور ٹرکوں کا ایک" بیڑہ" کھڑا تھا ۔ اسطرح کے

سمندری جہازوں کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا لیکن پہلی مرتبہ مشاہدہ ہوا۔ ہماری بس بھی جہاز کے اندر رکی اور سیڑھیوں کے راستے اوپر ریسٹورنٹ میں ہم لوگ داخل ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں میں نے جہاز کا اکثر حصہ دیکھ لیا اور پھر جہاز کے عرشہ پر پہنچ گیا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ ہر جانب اندھیرا ہی اندھیرا تھا، بڑی بڑی سیاہ لہریں سمندر میں اچھل رہی تھیں۔ اور

" اوکظلمات فی بحرلجّی یغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب۔ ظلمات بعضهافوق بعض " (الآیه ۔ النور) کی پوری تفسیر آنکھوں کے سامنے آگئی۔

ہمارا جہاز انگلش چینل میں منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ میں جہاز کے عرشے پر اس سوچ میں "غرق" تھا کہ اسی انگلستان کے باسیوں نے ٢٠٠ برس قبل اپنے بحری جہاز تاجروں کے روپ میں برصغیر کے ساحلوں پر لنگرانداز کئے تھے۔ اور اپنے مکروفریب، دھوکہ، فراڈ، جعلسازی، وعدہ خلافی، منافقت، کذب بیانی، ظلم وجبر کی بنیاد پر مسلمانوں کی سادہ لوحی اور غفلت، لاپرواہی کی بناء پر یہ برصغیر کے مالک بن بیٹھے تھے۔ آج جمہوریت کے بڑے "علمبردار" اور" آزادی کے معلّم" نے ماضی میں مسلم دنیا کی ساتھ عموماً اور بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ کونسا ایسا ناروا سلوک نہیں کیا؟ خلافت عثمانیہ کو ختم کر ڈالا۔ برصغیر کو کنگال کیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کا بے دریغ قتل عام کیا۔ اپنے وطن کی آزادی کے متوالوں کو غداری کا لقب دے کر توپوں سے باندھ کر اڑادیا۔ ۱۸۵۷ء کے عظیم جہاد میں ہزاروں علماء اور مسلمانوں کو درختوں کے ساتھ لٹکادیا گیا۔ اور آزادی کی ہر تحریک ظلم و جبر کے ساتھ دبادی گئی۔ علماء اور رہنماؤں کو مدتوں تک پابند سلاسل کیا گیا۔ خصوصاً مسلمانوں کو توہر لحاظ سے تباہ کیا گیا۔ اور یہ گورے جاتے جاتے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان وہ زہریلا بیج بو گئے اور اتنی طویل منصوبہ بندی کرگئے کہ آئندہ پانچ سو برس تک بھی پاکستان اور ہندوستان اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوسکیں۔ میرے لئے " ذوق پرواز" کے اس چھوٹے سے سلسلے میں انگلستان کے مظالم اور مسلمانوں کی مظلومیت بیان کرنا ممکن نہیں۔ مجبوراً اپنے قلم کی بھاگ تاریخ کی شاہراہ سے موڑ کر پھر اسی" جادہ و راہ " پر ڈالتا ہوں۔ ان" اوراق پریشان" کے دوران میں کہیں کہیں میں دانستہ یا نادانستہ طور پر تاریخ کے" کھنڈرات" میں اتر گیا ہوں۔ اس بے جا طوالت پر میں معذرت خواہ ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ کوئی بھی انسان اپنے ماضی اور تاریخ سے لاتعلق رہ نہیں سکتا۔ ع بنتی نہیں ہے بادۂ وساغر کہے بغیر

میں انہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ اتنے میں دیگر سیاح" اکل وشرب " کر کے اوپر جہاز کے عرشے

پر" جلوہ افروز" ہوئے۔ اور انہوں نے زور زور سے باتیں کرنا شروع کیں۔ تو خاموشی کا سکوت ٹوٹا ،سمندر کے شور کے ساتھ ساتھ اب لوگوں کی آوازیں بھی شامل ہوگئیں۔ یہ" آمیزش شور وصدا" اپنے من کو کچھ نہ بھائی، لہذا میں نیچے ریسٹورنٹ میں چلا آیا۔ کافی پی ، اوراپنے "یخ بستہ دل وجان" میں حرارت و گرمی پیدا کی۔تاکہ قلب وجگر کے" آتش کدوں" کے کوئلے کہیں ٹھنڈے نہ پڑجائیں کافی پینے سے یوں لگتا تھا کہ جیسے جسم کے اندر بھی کچھ اوڑھ لیا ہے۔ یورپ میں میں نے کافی کے "جاموں" سے سردی کا خوب مقابلہ کیا۔ اور بالآخر شکست ومات سردی کے حصے میں ہی آئی۔ باہر سخت سرد ہوائیں چل رہیں تھیں لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ کیونکہ مجھے "باد مخالف" اور طوفانی ہواؤں کا سامنا کرنے کا کافی ریاض ہے۔

ے چل اے ہوائے زمستانی، چل اور زور سے چل   تو سرد مہریئے احباب سے زیادہ نہیں

میں جہاز کی خوبصورتی اور اس" رنگارنگ نگارخانے" کے انتظام وانصرام کو دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن میری نظریں تو کسی پرانے بوسیدہ، بادبانوں کی تلاش میں تھیں۔اب وہ پرانے بوسیدہ اور خستہ بادبان کہاں ہیں؟ آج ان بحری قزاقوں کے لوٹ مار کا خوف اورہر وقت برق وباراں اور طوفانوں کا ڈر بھی نہیں تھا۔ دیکھئے زمانے نے کتنی تیزی سے کروٹ بدلی ہے۔ نجانے اس سمندر کی تہہ میں کتنے جہازوں اور انسانوں کے ڈھانچے اور کتنے خزانے گل سڑ گئے ہونگے۔ بہرحال موج درموج کا یہ سفر جاری تھا۔ ہمارے جہاز میں ہر ملک اور ہر نوع کے سیاح موجود تھے ،لیکن ان میں جرمن زیادہ تھے کیونکہ ان دنوں انگلینڈ میں یورپ کے فٹ بال میچ کا فائنل ہورہا تھا۔ جس میں جرمنی انگلینڈ کا مدمقابل تھا۔ اس میچ کو دیکھنے کے لئے پورے یورپ سے لوگ جوق درجوق شرکت کرنے جارہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد صبح کی سفیدی پھوٹنے والی تھی اور آسمان پر سے رات کی اجارہ داری ختم ہونے کا گویا اعلان ہورہا تھا اور اس کے بعد کا "راج" "خورشید تاباں" کے حوالے تھا۔ آسمان پر آبی، پرندے ٹولیوں کی صورت میں "آوارہ گردی" کی مشق کررہے تھے۔ دیکھئے "ذوق پرواز" کے جوش میں یہ" وارفتگان شوق" بھی منہ اندھیرے ہی" ہوا پیمائی" کرنے کیلئے گھروں سے نکل آئے تھے۔ اصل میں آج انسان کی تمام تر فضائی قوت کے پیچھے یہی پرندے کارفرماں ہیں۔ یہی ہمارے پہلے "معلمین پرواز" ہیں۔ ۱۷۸۳ء میں غبارے کی پہلی سادہ اڑان نے آج انسان کو چاند ستاروں سے بھی آگے پہنچا دیا ہے۔ اور آج حضرت انسان خلا میں رصدگاہیں قائم کررہا ہے اور چاندستاروں پر کمند ڈالنے کے بعد اب اگلی منزلوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ لیکن بقول کیفی مرحوم

ے جس قدر تسخیر خورشید وقمر ہوتی گئی   زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

یورپ کی اس فضاء میں ہر طرح اور ہر قسم کے پرندے اڑ رہے تھے لیکن مجھے اقبالؒ کا شاہین یورپ کی کسی بھی فضاء میں نہیں ملا، اور نہ مل سکتا ہے۔ بھلا یورپ کی اس فضاء میں شاہینوں کا کیا کام؟

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

اس لئے کہ یہ شاہینوں کا دیس نہیں بلکہ "کرگسوں" کا وطن ہے۔ اسلئے ہی دانائے راز نے یورپ کے دانشوروں کے متعلق کہا تھا کہ ع یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر؟

ہمارا جہاز ساحل کے قریب پہنچ گیا، دور سے بندرگاہ کی لائٹیں نظر آرہیں تھیں۔ "یونین جیک" (پرچم) ماضی کی "مرحوم" سپرطاقت گریٹ برٹن کے "مزار" پر لہرا رہا تھا۔ ہم سب لوگ اپنی اپنی بسوں میں بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر میں بس جہاز سے نکل کر انگلینڈ کی سرزمین میں داخل ہوگئی۔ بس تھوڑی دیر چلنے کے بعد ایک جگہ رک گئی اور سارے مسافر ایمگریشن کے ہال میں لائنوں میں لگ گئے۔ جن لوگوں کے ساتھ برٹش پاسپورٹ تھے ان لوگوں کا تو ایک ہی جست میں "قصہ تمام" ہوگیا ہم جیسے "خانہ بدوشوں" "بیگانوں" اور "فقیروں" کے لئے البتہ کچھ اور مراحل تھے۔ یورپین ممالک کے لوگ اپنا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ اور تھوڑی سی بات چیت کے بعد دوسری جانب نکل رہے تھے۔ میری باری آئی میرا پاسپورٹ چیک کیا اس پر انگلینڈ کا چھ ماہ کا ویزہ تھا اور انگلینڈ میں اس سے پہلے بھی داخل ہونے کی مہر تھی، مجھ سے دوبارہ آنے کا مقصد پوچھا۔ میں نے ان سے کہا

؎ بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب تماشائے "اہل کرم" دیکھتے ہیں

یہ کہتے ہی پلک جھپکتے میں دوسری جانب نکل آیا۔ بس "ڈاور" بندرگاہ سے دو گھنٹوں میں لنڈن پہنچ گئی۔

لنڈن شہر کے حالات :-

لنڈن جسے یورپ کا ڈرائینگ روم کہا جاتا ہے اور واقعی یہ ایسا ہی ہے۔ اس میں بہت تاریخی میوزیمز اور پرانے نوادرات ہیں۔ لنڈن کشادہ شہر نہیں بلکہ گنجان ہے۔ اور نہ ہی اس میں بڑی بڑی بلڈنگیں ہیں۔ لنڈن میں اکثر عمارتیں پرانی طرز و تعمیر کی بنی ہوئی ہیں۔ اور ہر بلڈنگ کم سے کم دوڈھائی سو سال پرانی ہے۔ شہر لنڈن میں صدیوں تک اقوام وملل کی تقدیریں بنتی اور بگڑتی رہی ہیں۔ برصغیر کی تاریخ وجغرافیہ بگاڑنے میں اس شہر کا کافی عمل دخل رہا ہے۔ لنڈن شہر میں پیرس کی طرح ہریالی وسبزہ نہیں ہے اور اس کی "زلف" میں وہ "خم" نہیں جو کہ "کاکل" پیرس کا خاصہ تھا، پھر بھی سیاحوں کے لشکر اس شہر میں ہر وقت اترتے رہتے ہیں۔ اور یہ شہر ہر وقت

"ہنگاموں" اور "زم زموں" سے آباد رہتا ہے۔ میں لنڈن کی مثال اکثر "چڑیا گھر" سے دیتا ہوں۔
جس میں ہر طرح کی رنگارنگ مختلف مخلوقات رہتی ہیں۔ "گوروں کے دیس" میں کالے، گندمی،
بھورے ہر نوع وجنس کے انسان رہتے ہیں۔ نجانے کیوں پوری دنیا سے یہاں لوگ کھچ کھچ کے چلے
آتے ہیں۔ اور وہ کونسی خاص بات ہے جو یہاں انکو رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ انگریز قوم غیر ملکیوں کا
یہ "سیلاب بلا" روکنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں لیکن یہ "ٹڈی دل" کا طوفان ان سے کہاں
رکتا ہے۔ شاید یہ مکافات عمل کا حصہ ہے کل یہ انگریز مختلف بھیسوں میں قابض ہوگئے تھے آج
ردعمل کے طور پر انگریزوں سے پرانا" حساب" چکانے کے لئے دنیا جہاں کے لوگوں نے یہاں
ڈھیرے ڈال دیئے ہیں۔

سے کہیں نہ جائیں گے تا حشر تیرے کوچے سے
کہ پاؤں توڑ کے بیٹھے ہیں پائے بند ترے

لنڈن کے چند تاریخی وتفریحی مقامات:-

ہائیڈ پارک لنڈن کا سب سے بڑا باغیچہ ہے اور اس کے کئی دروازے ہیں۔ یہاں ایک
ماربل آرچ کا دروازہ بڑا خوبصورت وقیمتی ہے۔ اس کو شاہ جارج چہارم نے اس زمانے میں ۹۰ ہزار
پاؤنڈ خرچ کرکے بکنگھم کے لئے بنایا تھا بعدمیں اس کو یہاں پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ بہت وسیع
وعریض پارک ہے پورے پارک کو سر کرنا آسان نہیں۔ اس کے درمیان ایک خوبصورت جھیل
بھی ہے جس میں سینکڑوں بطخیں تیرتی رہتی ہیں، اور بڑے بڑے خوبصورت فوارے نصب ہیں۔
اس پارک کی خصوصیت یہاں کی(سپیکر کارنر) گیلری ہے۔ اس جگہ آپ کے دل میں جو بھی
آئے اور جس کے بارے میں آئے آپ تقریر کرکے جی کا بوجھ کم کرسکتے ہیں۔ لیکن کوئین (ملکہ)
کے خلاف کچھ نہیں بول سکتے۔ کیونکہ وہ" مقدس ماآب" ہیں۔ یہ ہے انگلستان کی جمہوریت اور
یہاں کی آزادی.... اس پارک میں لنڈن کی ۱۸۵۱ء کی سب سے بڑی نمائش بھی منعقد ہوئی۔
اس کے بعد پیرس میں بھی ۱۹۰۰ء میں ایک عالمگیر نمائش منعقد ہوئی۔ جس کی تفصیلات محبوب
عالمؒ صاحب ایڈیٹر" پیسہ اخبار" نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

سینٹ پال کا تاریخی گرجا:-

لنڈن کے بیچوں بیچ تاریخی اور مذہبی حیثیت کا سب سے بڑا گرجا ہے۔ چوتھی صدی مسیحی سے
متعدد بار اسی جگہ پر بنتا چلا آرہا ہے۔ (سر کریسٹوفرن) نے ۱۶۷۵ء میں اس کی تعمیر شروع کی اور

۱۷۱۰ء میں یہ مکمل ہوا۔ یہ عمارت (۵۱۰) فٹ لمبی اور (۲۸۲) چوڑی ہے۔ اس گرجے میں جنوبی مینار پر پانچ من وزنی گھنٹہ نصب ہے۔ جو کہ انگلستان میں سب سے بڑا گھنٹہ ہے۔ اس عمارت میں کئی قومی ہیروز کی یادگاریں اور تصاویر نصب ہیں۔ اس گرجے کو انگریزوں نے بہت محنت سے بنایا ہے۔ اور ہر طرح سے کوشش کی ہے کہ اس کو ایک شہکار بلڈنگ بنائیں۔ میں نے چرچ کے مختلف حصے دیکھے۔ کئی ہزار سیاح اس کے مختلف حصوں میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ اور صرف چند لوگ عبادت میں مصروف تھے.....۔

ٹاور آف لنڈن :-

دریائے ٹیمز کے کنارے آباد اس تاریخی قلعہ نے مختلف ادوار دیکھے اور مختلف حیثیتوں سے تقریباً ایک ہزار سال سے دنیا کے سامنے چلا آرہا ہے۔ یہ قلعہ محلات میں کبھی تبدیل ہوا، اور مختلف شاہوں کا مسکن رہا۔ اور کبھی جیل خانے میں تبدیل ہوا۔ اور کبھی اس نے مقتل گاہ کی صورت اختیار کی۔ آجکل یہ میوزیم "عبرت گاہ" کا کام دے رہا ہے۔ سب سے پہلے اس کو "ولیم فاتح انگلستان" نے قعلہ کے طور پر تعمیر کیا، اس محل میں کئی شاہوں، شہزادوں کا قتل عام بھی ہوا ہے۔ ملکہ "الزبتھ ٹیلر" بھی یہیں قید رہیں، اور "سر والیٹر" بھی یہیں قید رہے۔ اور بدنام زمانہ "بلڈی ٹاور" بھی یہاں واقع ہے۔ "شاہ ایڈورڈ چہارم" کے بچے بھی یہیں قتل کئے گئے۔ یہاں پر ایک تاریخی اسلحہ میوزیم بھی ہے۔ جس میں سینکڑوں سال پرانا سامان حرب پڑا ہوا ہے۔ اس قلعہ میں شاہی جواہرات بھی ہیں۔ اور برصغیر سے چوری کردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کے بعد کئی دوسرے شاہوں کے تصرف میں رہا۔ کوہ نور ہیرہ بھی یہاں پر پڑا ہوا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لئے بڑی لمبی لائن لگی ہوئی تھی، اور باقاعدہ اس کا ٹکٹ بھی تھا۔ میں نے بھی اپنی "متاع گمشدہ" کو دیکھنے کیلئے اس کا نظارہ کیا۔ اس "چوری" کے مال کی حفاظت کے لئے "چوروں" نے کافی سخت سیکورٹی کا انتظام کیا ہوا ہے۔ یہاں پر انگلستان کے صدیوں پرانے روایات اور خاص وضع اور خصوصی "گنبد نما" ٹوپی والے سپاہی جو بے ساکت بتوں کے مانند کھڑے نظر آتے ہیں۔ اور بچے اور سیاح ان "بت نما" انسانوں کے ساتھ تصاویر اتارتے ہیں۔ یہاں پر کافی دیر گزارنے کے بعد اب میں دریائے (ٹیمز) پر بنے ہوئے لندن برج پر پہنچا۔ جو کہ ایک تاریخی اور خوبصورت شہکار پل ہے۔ اور ہزاروں برس سے اسی جگہ پر بنتا چلا آرہا ہے۔ سترھویں صدی میں لنڈن میں صرف یہی ایک پل تھا۔ ۱۸۸۶ء میں اس کو کافی مضبوط تعمیر کیا گیا اور یہ سلسلہ ۱۸۹۴ء تک جاری رہا۔ بعد میں اسکی تعمیر کیلئے یہ امریکہ کے ہاتھ فروخت کیا گیا۔ اس کی موجودہ تعمیر ۱۹۶۷ء سے لیکر ۱۹۷۳ء تک کی

گئی ۔ اس کا ڈیزائن (JOHN RENNIE) نے بنایا ۔ اسکی بہت سی خصوصیات میں سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے جب جہاز گزرتے ہیں تو اس کو درمیان میں سے کھول دیا جاتا ہے اور دو تین منٹ کے لئے ٹریفک معطل ہوجاتی ہے ۔ لنڈن جانے والوں کے لئے اس پل میں کافی کشش ہے ۔ رات کو اس پر روشنیوں کا معقول انتظام ہوتا ہے ۔ یہاں سے میں انگلستان کا دارالعوام (پارلیمنٹ ہاؤس) دیکھنے کے لئے گیا ۔ یہ انتہائی قدیم خوبصورت طرز و تعمیر والی عمارت ہے اور تقریباً ساڑھے چھ ایکڑ رقبہ پر واقع ہے ۔ اور اس میں گیارسو کمرے ہیں ۔ اس کے بعض حصے دریائے ٹیمز کے ساتھ بھی لگتے ہیں ۔ اس کے ایک حصے میں سیاح بھی جاسکتے ہیں اس پارلیمنٹ میں بھی بڑے بڑے فیصلے ہوئے ہیں ۔ لنڈن کی تاریخی عمارات میں اس کا ایک منفرد مقام ہے ۔شام کو میں بارکنگ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں چلا گیا ۔ دوسرے دن صبح یونیوسٹیز دیکھنے کا پروگرام بنا۔صبح سویرے(آکسفورڈ)یونیورسٹی کیلئے گھر سے نکلا ۔ " آکسفورڈ یونیورسٹی" جو کہ دنیا بھر میں اپنی ایک خاص اہمیت کا حامل ہے ۔ یہ بھی انگلستان کی تاریخی اور چوٹی کی علمی دانش گاہ ہے ۔" آکسفورڈ" پورے شہر کا نام ہے ۔ جس میں سینکڑوں کالجز اور سکولز ہیں ۔ بڑے بڑے ہاسٹلز ہیں ، اور دنیائے جہاں سے لوگ اس شہر " علمستان" میں اپنے پیاس بجھانے کے لئے آتے ہیں ۔ یہاں کی سب سے قدیم دانش گاہ یونیورسٹی کالج ہے جو ۱۲۴۹ء میں قائم ہوا تھا ۔ اور بھی مشہور تاریخی کالج ہیں جیسے" کرائسٹ چرچ" اور" میگڈیلن" وغیرہ اہم ہیں ۔ الغرض آکسفورڈ سٹی دانش گاہوں ، علمی مراکز ، سائنسی ،اورعصری علوم وفنون کالجوں اور سکولوں کا مرکب شہر ہے ۔ لنڈن میں بھی بڑی یونیورسٹی ہے جس میں ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں پڑھتی ہیں ۔ اور یہ ۱۸۳۶ء سے قائم ہے ۔ انگلستان کی ایک اور شہرہ آفاق بڑی یونیورسٹی " کیمبرج " ہے ۔ جو سات سو برس پرانی ہے ۔ اور اس یونیورسٹی سے بڑی بڑی شخصیات نکلی ہیں ۔ایک سیاح کے لئے کسی بھی شہر اور کسی بھی ملک کے جغرافیائی حالات ، رہن سہن، تہذیب وتمدن ، عادت واطوار ، اخلاق ، نظریات معلوم کرنے ہوں تو اس کے لئے پیدل چل کر اس ملک کے صحیح حالات معلوم ہوسکتے ہیں ۔ میرے خیال میں کسی سیاح کیلئے بہت زیادہ سواری کا انتظام کرنا فضول ہے ۔ میں نے دوران سفر اکثر بڑے بڑے شہروں میں میلوں پیدل سفر کیا ہے ۔ اور اس سے مجھے بہت فائدہ حاصل ہوا ہے ۔ اپنی اس طویل" راہ نوردی" پر کبھی کبھی خود بھی تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح اتنا پیدل چلا ہوں ؟ بہرحال ایسا بھی ہوا ہے کہ چلتے چلتے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے ۔ یہاں تک کہ بوٹ چھوڑ کر چپلوں میں پھیراہوں ۔ خصوصاً ہیگ اور اسکندریہ اور لنڈن میں تو بہت برا حال ہوا ۔ لیکن کسی نہ کسی طرح

"تکمیل آرزو" کی خاطر چلتا رہا۔

آبلے کہتے ہیں ٹھہرو، شوق کہتا ہے بڑھو
محو حیرت ہوں شریک کارواں کیونکر رہوں

یورپ میں دریوزہ گری کا انوکھا انداز:۔

یورپ کے اکثر پبلک مقامات، ریلوے اسٹیشن اور دیگر اہم جگہوں پر میں نے لوگوں کو بھیک مانگتے دیکھا۔ موجودہ یورپ جو کہ ہمارے زمانہ میں "خوشحال" اور "امیر ترین" سمجھا جاتا ہے اور جو صنعتی ترقی اور سرمایہ داری کی بدولت آج دنیا میں خود کو "مہذب" اور "ترقی یافتہ" سمجھتا ہے اور باقی دنیا کو اچھوت اور ہیچ سمجھتا ہے۔ اور اپنی مالداری کے غرور میں مست ہے۔ لیکن اس نے اپنے اوپر جو تہذیب اور دولت خوشحالی کی جو چادر اوڑھی ہوئی ہے اس میں غور سے دیکھنے والوں کو کہیں چھید اور سوراخ نظر آتے ہیں۔ یورپ کی اس "خوشنما" تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یورپ بھر میں بھیک مانگنے پر سخت پابندی ہے۔ لیکن اس کے باوجود غیر سے وہاں پر بھکاریوں کی کمی نہیں ملتی۔ ہر انڈر گراؤنڈ کے پلیٹ فارم میں آپ کو بھکاریوں کے جھتے دیکھنے کے لئے آئینگے اور یہ اپنی منحوس اور بے سر آوازوں میں گیت الاپتے چیختے چلاتے، شور مچاتے نظر آئینگے۔ اور اپنے سر کے ہیٹ لوگوں کے قدموں میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ آنے جانے والے ان میں ایک آدھا سا سکہ پھینک جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ (آکسفورڈ سٹریٹ) میں تو کئی جگہوں پر لوگ اپنے چہروں پر مختلف ماسک چڑھا کر اور اچھل کود کر مضحکہ خیز انداز میں بھیک مانگتے ہیں۔ کوئی طرح طرح کی مشقتیں برداشت کر کے لوگ بھیک مانگتے ہیں۔ میں نے بلجیم کے دارالحکومت (برسیلز) میں جہاں پر (یورپین کمیونٹی) کا پارلیمنٹ ہاؤس بھی ہے۔ وہاں پر بازار میں ایک چھ سالہ بچی کو بھیک مانگتے دیکھا۔ جس کے معصوم ننھے منھے ہاتھ (وائلن) بجاتے بجاتے تھک گئے تھے اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، میں نے اس کے کاسۂ گدائی (گلاس) میں یورپ کی ساری خوشحالی، مادی و صنعتی ترقی کو دیکھا... یہ ہے بیسویں صدی کے اختتام پر اکیسوی صدی میں داخل ہونے والا "خوشحال" یورپ۔ اس چھوٹی بچی کا بھیک طلب کرنا ایک ایسا سوال ہے جس کا مجھے آج تک کوئی مغرب زدہ مشرقی اور مغربی دانشور جواب نہ دے سکا۔ اس بچی کی دریوزہ گری یورپ کے سارے فلاحی اداروں کا منہ چڑا رہی تھی ......۔

مادم تساؤ کا مومی میوزیم:۔

لنڈن جانے سے پہلے میں نے (مادم تساؤ) میوزیم کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ اس کو میں

نے پہلی مرتبہ ۱۹۹۲ء میں دیکھا۔ لیکن اس دفعہ دوبارہ دیکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ یہ (بیکر اسٹریٹ) پر بڑا تاریخی میوزیم ہے۔ یہ دوسو سال پرانا میوزیم ہے۔ اس کی بنا میں مادم تساؤ (میری گورشلز) نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ سوئٹزرلینڈ کی رہنے والی تھی۔ اور اس نے ڈاکٹر" فلپ کرٹیس" سے مومی مجسمے بنانا سیکھے۔ بعد میں اس کی فرانس کی شاہی خاندان سے وابستگی ہوئی۔ "موسیو تساؤ" سے شادی کرلی۔ اور پھر یہ " نپولین" کے بعد لنڈن منتقل ہوئی۔ اور اس مومی میوزیم کی بنیاد ڈالی۔ یہ میوزیم کئی حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصے میں بین الاقوامی شہرت رکھنے والے شخصیات کی موم سے بنی ہوئی پتلیاں تھیں، ان میں انگلستان کے بادشاہ، امریکہ کے صدور، کلنٹن، جارج برش، ریگن ابراہام لنکن دیگر شخصیات، ماوزے تنگ، رضاشاہ پہلوی، مہاتما گاندھی، جمال عبدالناصر، سٹالین، لینن وغیرہ اہم تھے۔ اور برطانوی لیڈروں کے بت بھی تھے۔ چرچل، مارگریٹ تھیچر، جان میجر وغیرہ وغیرہ۔ ایک طرف رائل فیملی کے ممبر ملکہ کے ساتھ کھڑے تھے۔ برصغیر کی اہم شخصیات میں مہاتما گاندھی، جواہر لعل نہرو، اندھرا گاندھی کے مجسمے تھے۔ انگریزوں کا تعصب دیکھئے ان کو مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسی تحریک آزادی کی عظیم شخصیت نظر نہیں آئی۔ اور نہ ہی حضرت علامہ اقبال اس کے اہل تھے ؟۔ دوسرے حصے میں شاعروں، ادیبوں، فنکاروں، مصوروں کے بت کھڑے تھے۔ اوراس کے نچلے حصے میں مختلف مجرموں کے سر رکھے ہوئے تھے اور پرانے زمانہ کے ہتھیار بھی یہاں پر سجائے گئے تھے جن سے مجرموں کو مختلف سزائیں دی جاتی تھیں۔ میوزیم کے اوپر حصے میں ایک بہت بڑا گول نما ہال ہے۔ جس کی چھت آسمان کی طرز پر بنائی گئی ہے۔ اس ہال میں سیاحوں کو فلکیات اور چاند ستاروں اور سیاروں کے بارے میں معلوماتی فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ چھت دھیرے دھیرے آسمان کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ اور انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کہ وہ خلاء میں پہنچ گیا ہو۔ اس مومی میوزیم میں جب انسان پھرتا ہے تو وہ حیرت کے مارے بالکل گم صم ہوجاتا ہے۔ صدیوں پرانی مشہورومعروف شخصیات کے درمیان خود کو کھڑا دیکھ کرگویا انسان صدیوں پرانی والی زندگی میں پہنچ جاتا ہے۔

ع ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا

اس " کوئے بتاں " کی " سیر بینی " و " آوارہ گردی " کرنے کے بعد اب میں وہی اپنے پرانے " نشیمن" کی طرف روانہ ہوا۔ چند روز میں لنڈن میں رہا، پھر اس کے بعد میں لیڈز سٹی بذریعہ بس پہونچا۔ وکٹوریہ اسٹیشن کے ساتھ ہی نیشنل کوچ سے میں ساڑھے چار گھنٹوں میں لیڈز

پہنچ گیا ۔ اور یہاں پر احمد صاحب کے ساتھ چند روز رہا ۔ اس دروان لیڈز کے ساتھ مختلف اسلامک سنٹرز دیکھے اور کئی لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ لیڈز ایک خوبصورت صاف ستھرا شہر ہے ۔ اور اس میں بین الاقوامی یونیورسٹی بھی ہے ۔ جو کہ ۱۹۰۴ء سے قائم ہے ۔ یہاں پر ایک بڑا مشہور کرکٹ گراؤنڈ بھی ہے جہاں پر بین الاقوامی میچ کھیلے جاتے ہیں ۔ لیڈز سٹی سے میں مختلف شہروں میں بھی گیا ۔ اور پاکستانی اور دیگر شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ بریڈ فورڈ جیسے چھوٹا پاکستان کہا جاتا ہے اس بار صرف تھوڑی دیر کے لئے جانا ہوا ۔ حالانکہ پچھلی بار اس شہر میں سولہ دن رہا تھا ۔ یہاں پر اکثریت ایشین باشندوں کی ہے ۔ سکھ بہت زیادہ ہیں ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہندو بھی کافی زیادہ ہیں ۔ انگریزوں کے اس شہر میں آپ کو انگریز "اجنبی" اور "غیر ملکی" نظر آئینگے ۔ ایسی حوالہ سے ایک دلچسپ لطیفہ مشہور ہے ۔ لنڈن میں (ساوتھ ہال) کے علاقے میں ایشین باشندوں کی عظیم اکثریت رہتی ہے ۔ ایک دفعہ ایک گورے نے کسی کے گھر میں بیل دی کہ جناب مائیکل یہاں رہتے ہے ؟ تو جواب میں سردار صاحب نے کہا ! کہ سوری یہاں پر اس علاقے میں کوئی غیر ملکی نہیں رہتا ..... ۔ یہاں پر آپ کو ہر طرف اردو میں لکھے ہوئے سائن بورڈ نظر آئینگے ۔ اور ہر طرف ایشین ہی ایشین باشندے نظر آئینگے ۔ بریڈ فورڈ کا تقریباً آدھا شہر مختلف پہاڑیوں پر پھیلا ہوا ہے ۔ یہاں کی لائبریری دیکھنے کے قابل ہے ۔ اور اردو کی کافی کتابیں یہاں مل جاتی ہیں ۔ اس شہر میں مختلف اسلامک سنٹرز بھی ہیں ۔ بریڈفورڈ سے ذرا فاصلے پر انگلینڈ کا ایک اور خوبصورت شہر شفیلڈ ہے ۔ یہ انگلینڈ کا بڑا شہر ہے ۔ اور یہاں پر بھی ایشین کافی ہیں ۔ شفیلڈ شہر میں یورپ کا سب سے بڑا اور عظیم شاپنگ سنٹر ہے ۔ جس کو تفصیلی دیکھنے کے لئے کم از کم پانچ دس دن چاہئیں ۔ اس شاپنگ سنٹر میں میں تقریباً چار دفعہ گیا ہوں ۔ اور تقریباً ہر بار راستہ بھولا ہوں ۔ اس شاپنگ سنٹر میں انگریزوں نے جدید سہولیات کا "اسراف" کیا ہے ۔ اور واقعی ہر لحاظ سے یہ پورے یورپ کے شاپنگ سنٹروں پہ بھاری ہے ۔ اس کے علاوہ لیڈز سٹی سے میں (برمنگھم) بھی گیا اور اس کے ساتھ ساتھ مانچسٹر میں بھی گھوما ، اسکے علاوہ (سکنتوپ) اور (ڈربی) بھی گیا ۔ جہاں پر انگلستان کی سب سے بڑی اور عظیم تفریح گاہ (الٹن ٹاور) واقع ہے ۔ اس پارک میں بچوں کے لئے ایک بڑا پلے لینڈ ہے ۔ جس میں ہزاروں جھولے اور قسم قسم کے برقی جھولے لگے ہوئے ہیں ۔ اس پارک میں آبشاریں ، ندیاں اور خوبصورت جھیلیں بھی بنائی گئی ہیں ۔ اس میں بڑے بڑے ہال اور معلوماتی سنٹرز بھی بنے ہوئے ہیں ۔ جس میں دنیاجہان کی سائنسی عجوبات اور کارناموں کی نمائش ہوتی ہے ۔ اس پارک میں ایک بہت بڑا ہال ہے جہاں پر ہر کوئی نہیں جاسکتا ۔ اس میں طرح طرح کے ڈراونے مناظر ہیں اور

مصنوعی ڈھانچے، جنگلی جانور اور مختلف سحرانگیز اشیاء موجود ہیں۔ اس میں جانے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے اس میں نہیں جاسکتے۔ اور اکثر بڑے بھی نہیں جاتے۔ میں نے اس جگہ پر "حاضری" دینے کو ضروری جانا۔ تاکہ کوئی چیز تشنہ نہ رہے۔ یہاں پر پہاڑیاں بھی ہیں جن پر لفٹیں لگی ہوتی ہیں جس کے ذریعے سے آپ اوپر سے اس میلوں پھیلے ہوئے اس رنگا رنگ شہر کا خوشنما نظارہ کرسکتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور دیگر متعدد شہروں کا "طواف" بھی ہوا۔ جن کے نام میں بھول گیا ہوں۔ اس کے علاوہ (ویلز) کے صدر مقام (کارڈیف) شہر میں بھی چند روز پچھلی بار رہا۔ یہ ایک انگلینڈ کا ٹاپ ترین خوبصورت شہر ہے۔ جو کہ سمندر کے سنگم پر واقع ہے۔ لنڈن سے جاتے ہوئے پانچ چھ گھنٹوں کا راستہ ہے۔ راستے میں خوبصورت وادیاں، پہاڑ، دریا وغیرہ آتے ہیں۔ (کارڈیف) ایک خاموش اور پرسکون شہر ہے۔ اس کو آپ ہالینڈ کے (ہیگ) سٹی پر قیاس کرسکتے ہیں۔ کارڈیف میں ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ عثمانیہ (راولپنڈی) کے صاحبزادے نے میری بہت مہمان نوازی کی۔ اور کافی خیال رکھا۔ افسوس اس مرتبہ لیڈز جانے کا پروگرام وقت کی کمی کی باعث نہ بن سکا۔ اور کئی دوست واحباب سے ملاقات نہ ہوسکی۔

برٹش میوزیم:۔

لنڈن شہر کا سب سے تاریخی اور قابل دید مقام برٹش میوزیم ہے۔ جس کی دیکھنے کی تمنا میرے دل میں برسوں سے تھی۔ اور پھر اس کے ساتھ یہاں کی لائبریری دیکھنے کی خواہش بھی تھی۔ گذشتہ دورہ میں یہ میوزیم دیکھنے سے میں قاصر رہا۔ اس بار پہلی ہی فرصت میں یہاں پر جا پہنچا۔ اگرچہ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ کس فضول اور بور جگہ آپ چلے آئے ہیں۔ لیکن میں ان نے کو کیا کہتا اور کیا سمجھاتا کہ اس میوزیم اور اس لائبریری کی قدروقیمت ایک تاریخ کے طالب علم کے لئے کیا اہمیت اور حیثیت رکھتی ہے؟ برٹش میوزیم دینا کا بہت بڑا تاریخی عجائب گھر ہے۔ اس کو دیکھ کر گویا آپ نے پوری دنیا کی تاریخ، تہذیب وتمدن دیکھ لی ہے۔ اور پھر آپ ہزاروں کتابوں کی ورق گردانی سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ میوزیم ڈھائی تین سو برس لگاتار محنت اور انگریزوں کے زیرقبضہ ملکوں سے قیمتی اور تاریخی اشیاء چھین کر سجایا گیا ہے۔ اور پھر کئی مالدار اور قومی جذبہ سے سرشار لوگوں نے یہاں پر اپنی قیمتی اشیاء اور اپنے چھوٹے چھوٹے عجائب گھر تحفے کے طور پر خود جمع کرائے۔ اس میوزیم میں ایک بڑا کتب خانہ بھی ہے۔ جس میں ہزارہا کتابیں

محفوظ ہیں ۔ یہ میوزیم ۱۷۵۹ء میں پہلی مرتبہ کھولا گیا ہے ۔ ابتداء میں یہاں پر کتابیں اور قلمی مخطوطات رکھی گئی تھیں ۔ انگلستان کے شاہ جارج چہارم نے اپنے والد جارج سوم کی لائبریری اس میوزیم کے لئے وقف کی ۔ اسی طرح ۱۸۲۰ء میں (سرجوزف میکس) نے اپنا ذاتی کتب خانہ اور نباتات کے نمونے اس میوزیم کے لئے وقف کردیئے ۔ اسی طرح (ھالین) کے قلمی نسخوں اور (کوٹونیٹن) کے کتب خانے کو شامل کرکے اس میوزیم کو مزین کیا گیا ۔ اس طرح اس عظیم لائبریری میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں ۔ یہاں پر اسلامی کتب کا ایک عظیم ذخیرہ پڑا ہوا ہے ۔ اور بہت قدیم اور نادر مخطوطات اور کتابیں پوری دنیا سے جمع کی گئی ہیں یہاں پر مصری تہذیب وثقافت کے بہت زیادہ نمونے رکھے ہوئے ہیں ۔ جس میں فراعنہ دور کی تصویریں اور آرٹ کے فن پارے شامل ہیں ۔ اسکے ساتھ ساتھ یہاں پر فراعنہ مصر کی ممیاں اور ان کے خوبصورت تصویروں والے تابوت بطور خاص آئٹم کے یہاں پر رکھے گئے ہیں ۔ مصری فراعنہ کی حنوط شدہ ممیاں جو ھزاروں سال سے اسی حالت میں محفوظ ہیں۔ انکو خصوصی مصالحوں اور مرکبات کے ذریعے خصوصی پٹیوں میں لپیٹا جاتا تھا ۔ اور پھر ان کو سونے کے تابوت میں محفوظ کرکے ایک بڑے تابوت میں رکھا جاتا ۔ اس بڑے تابوت پر اس مرے ہوئے شخص کی تصویر بنائی جاتی ۔ اس کے کئی نمونے یہاں پر محفوظ ہیں ۔ عبرت کی بات ہے کل کے شہنشاہ اور طاقتور افراد آج عبرت کی تصویریں بنے ہوئے ہیں ۔ اور یہاں پر ایک آدمی کی نعش ہے جو کہ شیشہ کے بکس میں محفوظ ہے اور ہزاروں سال پرانی ہے ' یہ بالکل ننگی پڑی ہوئی ہے ۔ اس کے ساتھ کچھ اس دور کا سامان وغیرہ بھی پڑا ہوا ہے ۔ اس کو دیکھ کر کئی لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ (کل من علیھا فان) کی حقیقی تصویر سب کے سامنے تھی ۔ میوزیم کے ایک حصے میں اسلامی تہذیب وثقافت کا ایک الگ شعبہ ہے ۔ جسمیں مسلمانوں کی خوبصورت اور قیمتی نوادرات محفوظ ہیں ۔ اس کے علاوہ اس دور کے حربی سازو بسامان بھی یہاں ہیں۔ مثلاً کئی شہنشاؤں کی تلواریں ، نیزے ، ڈھال اور قیمتی خنجر محفوظ ہیں ۔ خصوصاً ٹیپو سلطانؒ کی تلوار قابل ذکر ہے ۔ اس کے علاوہ (بہادر) گورے جہانگیرؒ کے مقبرے کی تختی بھی دیگر مال ومتاع سمیت ساتھ یہاں لائے ہیں ۔ اس میوزیم کے مختلف حصے ہیں خصوصاً لائف گیلری ، ارتھ گیلری اور نیچرل ہسٹری گیلری قابل دید ہیں ۔ کتاب رفتہ (ماضی) کی ورق گردانی کے بعد اب میں سامنے بنے ہوئے سبزہ زار میں چند لمحے دم لینے بیٹھ گیا ۔

ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں میں شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھراتا ہے مجھے ؟

(جاری ہے)

گذشتہ دنوں میاں محمد اجمل قادری صاحب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کیلئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ۔ آپ ان کے ساتھ کچھ دیر " الحق " کے دفتر میں رہے ۔ باتوں باتوں میں اخبارات میں کئی دنوں سے میاں صاحب کے حوالے سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بارے میں جو کافی لے دے ہو رہی ہے یہ معاملہ زیر بحث آیا ۔ چنانچہ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان سے اس بارے میں استفسار کیا ۔ تو انہوں نے مندرجہ ذیل وضاحتی بیان قلم بند کرایا ۔ تاکہ اسلامی مدارس اور دینی حلقوں میں پیدا شدہ بے چینی اور شبہات ختم ہوجائیں ۔ (ادارہ)

مولانا میاں محمد اجمل قادری کی وضاحت

عالمی انجمن خدام الدین کے امیر اور جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا میاں محمد اجمل قادری کے نام سے منسوب گذشتہ دنوں اخبارات میں ایسے بیانات شائع ہوئے جن سے ابتداءً یہ تاثر پیدا ہوا کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں، لیکن بعد کے جنگ کراچی اور دیگر جرائد میں ان کے جو انٹرویوز منظر عام پر آئے ان میں حضرت مولانا قادری نے کھلے الفاظ میں یہ بات کہی کہ بیت المقدس کی بازیابی کیلئے جہاد کیا جائے لیکن جہاد طالبان جیسی مذہبی قیادت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے جبکہ دوسری جانب سب سے پہلے مصر نے پھر یاسر عرفات اور اردن نے اسرائیل کو تسلیم کیا اور اب مسقط وغیرہ بھی اسی جانب جارہے ہیں ۔ ترکی اور اسرائیل کی ائرفورسز نے مشترکہ فضائی مشقیں کیں ہیں ۔ ان حالات میں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری حکومت بھی اسرائیل کو اچانک تسلیم کرنے کا اعلان نہ کردے ، ایسا ہوا تو ملک کی تمام دینی جماعتیں سراپا احتجاج بن جائیں گے ۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بجائے بیت المقدس کی بازیابی کے لئے اگر جہاد ممکن نہیں ہے تو سفارتی سطح پر کوشش کی جائیں ۔ مولانا اجمل قادری صاحب کا یہ بیان عقل ودانش کی بات ہے ۔ ان بیانات سے اس غلط فہمی کے بادل چھٹ گئے ہیں جو ان سے منسوب نامکمل اور مبہم بیانات پہلے شائع ہونے سے پہلے پیدا ہوئے تھے مولانا قادری کا موقف ہے کہ تیس سال سے بیت المقدس یہود نا مسعود کے قبضہ میں ہے ۔ امت مسلمہ اگر بیت المقدس کو جہاد کے ذریعہ آزاد نہیں کرسکتی تو کم ازکم اقوام متحدہ امریکہ اور بین الاقوامی چوہدریوں کی ضمانت سے بیت المقدس کو ویٹکن سٹی کے طرز پر آزاد خودمختار کھلا شہر قرار دلوائے جہاں مقامی مذہبی تناسب آبادی کے لحاظ سے مقامی انتظامیہ ہو ۔ اسرائیل کو ہیکل سلیمانی اور یہودی بستیاں تعمیر کرنا ہمیشہ کے لئے روک دیا جائے ۔

مولانا محمد ابراہیم فانی

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب :- جدید فقہی تحقیقات (مقالات فقہی کانفرنس بنوں)

ترتیب :- مولانا سید نصیب علی شاہ و مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب

صفحات :- ۳۶۸ قیمت :- ۲۲۵/- روپے

ناشر :- مکتبہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

★ ★

گذشتہ سال ۱۹۹۶ء میں المرکز الاسلامی بنوں کے مہتمم مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب اور برادر محترم مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب نے حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے مشورہ سے ایک فقہی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جوکہ اپنی افادیت اور نوعیت کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کی حامل تھی۔ خوش قسمتی سے راقم الحروف اور ایڈیٹر ماہنامہ "الحق" حافظ راشدالحق سمیع کو بھی اس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جسکی بدولت بہت سے اکابرین کے ساتھ شرف ملاقات حاصل ہوا۔ بلاشبہ موجودہ دور ایک ایسا دور ہے کہ زمانہ برق رفتاری کے ساتھ ترقی کے منازل طے کررہاہے اور سائنسی ایجادات وانکشافات نے فکرونظر کے نئے زاویئے کھولے ہیں جس کی روسے تحقیق وتدقیق کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ نے اس کانفرنس میں اپنے زرین خطاب کے دوران بجافرمایا۔ کہ

" میراخیال ہے کہ سن ایک ہجری سے گیارہ ہجری تک کے دور میں جو تغیرات وانقلابات آئے۔ وہ ایک طرف رکھیں پھر بارھویں صدی سے لیکر پندرہ ویں صدی ہجری تک جو انقلابات مجموعی نظام میں آئے وہ دوسری طرف یہ بعد کے آنے والے تغیرات گیارہ سوسالہ تغیرات پر بھاری ہیں۔ مشین کی ایجاد کے بعد اور اس کے کے نتیجے میں دنیا سمٹی مواصلات کے ذرائع مختلف ہوگئے۔ طب نے مختلف مسائل پیدا کئے۔ تجارت اور بین الاقوامی معشیت کے درمیان بے شمار مسائل پیدا ہوئے۔ ان تمام حالات کا بارہویں صدی سے قبل تک تصور نہ تھا۔ ان تمام مسائل پر غور وفکر کیلئے ان کا اسلامی اصولوں کے تحت حل تلاش کرنے کے لئے علماء کی ایک زبردست ذمہ داری پیدا ہوگئی اور

ان کے سامنے ایک بڑا چیلنج ہے کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اس کا حل شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے پیش کریں، اور اس کیلئے فقہی مجلس منعقد کی جائے ۔" چنانچہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر ارباب اہتمام المرکز الاسلامی بنوں نے گویا ایک قسم کا جمود و خمود کو توڑتے ہوئے یہ کانفرنس منعقد کی ۔ جس میں ملک و بیرون ملک کے ممتاز علماء کرام، مقتیان عظام دانشور اور کثیر تعداد میں اہل فکر ونظر کو دعوت دی ۔ مولانا نصیب علی شاہ صاحب کی اس عظیم کاوش کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے کہ جو کام ایک پوری اکیڈمی کا تھا وہ کام انہوں نے انجام دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس پر جو مصارف واخراجات آئے وہ انہوں نے برداشت کئے ۔ ان مندوبین حضرات نے انتہائی قیمتی مقالات پیش کئے جن سے اس کانفرنس کی افادیت مزید اجاگر ہوگئی ۔ مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ نے موثر خطاب فرمایا۔ اسی طرح مولانا مفتی نظام الدین شامزی مدظلہ نے اپنے مسبوط اور پر مغز مقالے میں جامع فقہی مجلس کے قیام اور اہمیت پر زور دیا۔ مفتی عبدالستار صاحب نے طلاق کے شرعی مسائل اور مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نے تولید کے جدید طریقے پر انتہائی محققانہ مقالے پیش کئے ۔ مولانا فضل الرحمان نے فقہ حنفی کی عالمگیریت کو موضوع سخن بنایا۔ اسی طرح درجنوں مقالہ نگار حضرات اور مقررین نے اس سہ روزہ فقہی کانفرنس میں حاضرین کو اپنے قیمتی ملفوظات سے نوازا۔

زیر نظر کتاب میں ان تمام حضرات کے مقالات یکجا کردئے گئے ہیں جنہوں نے اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کرکے وہ سنائے یا پھر شرکت سے معذوری کی بنا پر اپنے مقالات بھیج دیئے ۔ دور حاضر کے مشہور محقق ترجمان حنفیہ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی مدظلہ نے امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان اور محدثانہ حیثیت پر مفصل خطاب فرمایا تھا، جن کی گفتگو کیسٹ میں محفوظ کی گئی تھی، مگر چونکہ وہ صاف طور سے کیسٹ سے سنی نہ جاسکی تو حضرت مدظلہ نے مقدمۃ کتاب الآثار کتاب میں اشاعت کیلئے مرحمت فرمایا، چنانچہ بجائے فقہی کانفرنس میں کی گئی تقریر وہ مقدمہ شامل اشاعت کیا گیا ہے ۔ نظام بینکاری پر ڈاکٹر محمد فاروق صاحب، بیمہ کے موجودہ طریقے، حافظ عبدالغنی صاحب، دارالعلوم دیوبند کی فقہی خدمات، مولانا عطاء الرحمان صاحب، اجتہاد وتقلید، مولانا محمد امین صفدر اجتہاد اور فقہ اسلامی کی تدوین جدید، پروفیسر احسان الدین، دعوت و تبلیغ کا اسلامی طریق کار، مولانا شیرانی اور تکملۃ فتح الملہم مولانا محمد اسلم شیخوپوری اور اس طرح دیگر کئی حضرات کے انتہائی قیمتی مضامین اس کتاب میں شامل ہیں ۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ کی تقریظ اور مفتی جمیل خان صاحب کے مقدمہ نے کتاب کی افادیت کو دوآتشہ بنایا

ہے ۔ ادارہ مولانا نصیب علی شاہ صاحب اور مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب کو اس کامیاب کانفرنس کے انعقاد اور ان مقالات اور تحقیقات کو کتابی شکل میں امت کے سامنے پیش کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور ہمیں امید ہے کہ حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب جوکہ دونوں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور ماہنامہ " الحق" کے پرانے قارئین ومعاونین ہیں۔ اس سلسلہ کو جاری وساری رکھتے ہوئے اس طرح کی مجلسیں منعقد کراکر امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے ۔ کتاب کی طباعت انتہائی دیدہ زیب ، ٹائٹل جاذب نظر اور کاغذ اعلیٰ استعمال کیا گیا ہے ۔ اس لئے معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ ظاہری جاذبیت نے بھی اس مجموعہ کو مزید پروقار بنایا ہے ۔ (م ا ف)

%%%%%%%%%%%%%%%%%%%%%%%%%%

نام کتاب :- انوار معرفت

مکاتیب :- مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ صاحب قدس سرہ

مرتب :- مولانا قاری محمد سلیمان صاحب حقانی

ناشر :- مکتبہ عثمانیہ ٹیکسلا

صفحات :- ١٣٦ قیمت :- -/٢٠ روپے

اہل اللہ اصحاب علم اور ارباب کمال کے خطوط اور مکاتیب انتہائی اہمیت کی حامل ہوتے ہیں اس سے انسان اپنی شخصیت کے سنوارنے میں کافی مدد حاصل کرسکتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مکاتیب کی حفاظت کا خیال رکھا گیا ۔ قرآن پاک میں ہمیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے مکتوب کا تذکرہ ملتا ہے ۔ اسی طرح حضور اکرمؐ کے مکتوبات ہیں جو کہ انہوں نے مختلف اوقات میں مختلف شاہان اور دوسرے لوگوں کے نام ارسال فرمائے ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات جوکہ مکتوبات امام ربانی کے نام سے مشہور ہیں ۔ علوم ومعارف کا ایک بیش بہا خزنیہ ہے ۔ خطوط غالب کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے ۔ مولانا آزاد کی غبار خاطر ایک لازوال ادبی شہپارہ ہے ۔ اسی طرح اقبال اور مولانا جوہر کے مکاتیب ۔ بحرحال بیسیوں ایسی مثالیں ہیں

جن میں مختلف اصحاب فضل کے مکتوبات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مولانا قاری محمد سلیمان صاحب نے، شیخ التفسیر مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ صاحب قدس سرہ کے وہ خطوط مرتب کئے ہیں جو کہ انہوں نے حضرت قاری صاحب کے نام بھیجے ہیں۔ قاری صاحب مدظلہ کا شمار دارالعلوم کے لائق فضلاء میں ہوتا ہے۔ تدریس واہتمام کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ اور اصلاح وارشاد میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ اللہ ان کے یہ مساعی مقبول ومبرور فرماویں۔ (آمین)

ان مکاتیب کی افادیت صاحب مکتوب کی جلالت شان سے واضح ہے اس سے پہلے آں محترم کے مکاتیب کا مجموعہ کشکول معرفت کے نام سے دوجلدوں میں طبع ہوا ہے۔ حضرت قاری صاحب نے یہ انمول خزانہ اہل علم اور عام اردودان طبقہ کے لئے منظرعام پر لاکر ایک عظیم علمی خدمت انجام دی ہے۔ کتاب صوری اور معنوی دونوں لحاظ سے انتہائی دیدہ زیب ہے۔ ہم دینی مدارس کے طلباء کیلئے اس کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ (م ا ف)

* * * * * * * * * * * * * * * * * * * *

نام کتاب :- تفصیل الکتاب

مولف :- مولانا صادق الامین غریزی

صفحات :- ۲۸۸ ۔ قیمت: ۸۰ روپے

ملنے کا پتہ :- اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی وغیرہ

زیر تبصرہ کتاب میں مولف نے نصاب وفاق المدارس العربیہ کے مطابق قرآن حکیم کے آخری پارہ کا اردو ترجمہ خلاصۂ تفسیر سورتوں کے موضوعات، لغوی تشریح، شان نزول اور نحوی تراکیب کا اہتمام کیا ہے۔ مولف نے انتہائی عرقریزی اور دقت نظر سے مذکورہ بالا عنوانات کا احتواء کیا ہے اور امید ہے کہ طلباء مدارس عربیہ اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ اور اس کے بالاستیعاب مطالعہ سے ان میں تفسیری ذوق اور تحلیل نحوی وصرفی کے استعداد میں جلا پیدا ہوگی۔

(م ا ف)

REGD. NO. P 90. MONTHLY "AL HAQ" AKORA KHATTAK